

مسائل
۲۵۶

جسٹرویل ۶۸۳

کمال دہلی

قطعہ تاریخ اشاعت سالہ انداز جناب انور دہلی کرشن صنایع و کمال دہلی انجمن ہر مصرع

یہ وہ نگار تیرے گلشن درخشاں ہے ہر جا	آپ ظاہر ہے عجب جاہ و جلال دہلی
سال بھر دیکھ کر ہم ہرے ہرے آنصرے	واہ کیا خوبستہ تاملت کمال دہلی

بابت ماہ فروری ۱۹۱۰ء
جلد ۱
فہرست مضامین
نمبر ۹

صفحہ	مضمون	نمبر	صفحہ	مضمون	نمبر
۱	نظارہ شمس ۱۰۱ بلڈ پٹر	۱	۵	فضیہ - از سر اسکنڈر آبادی	۲۰
۲	ہوائی قافی - از اڈنیٹر	۷	۱۰	غزل - حسدوم و طالب دہلی	۳۲
۳	انجمن اتحاد و فخر - از سکریٹری	۶	۱۱	غزلیات طبع - مختلف	۳۳
۴	مسیر نیم - از مشیاد دہلی	-	۱۲	بقیہ طرح گزشتہ بابت ماہ جنوری -	۵۴
۵	جواب خط - از حضرت طالب دہلی	۱۹	۱۳	غزل - غیر طبع از جناب رسا	۵۶
۶	جواب الجواب - از دولت گہر آبادی	۱۹	۱۴	ناول کاغذ شادی -	
۷	مغز قی سنا آئی بت پرست تو ہیں -	۳۱		از کنور گرو کرشن سکندر آبادی	
	از سحر دار امرتسری			دشتنہا پرخانہ جاوید	
۸	ایطار از شاد مسہرچی	۳۷		امشبہاد و کٹر برین کی مشہور دوا ہیں	

ایڈیٹر و پبلشر پیال لال رونی و چندی پرشاد شیدا دہلی

مقام اشاعت - سٹریک جدید - دہلی -

منٹل پریس دہلی میں باہتمام ابو چاند نرائین جھپکاشانہ ہوا

قیمت سالانہ مع وصول ڈاک - پیر مار ملاوہ ہندوستان کے غیر مالک میں بھی جاتا ہے -

فی پتہ ۱۳

قواعد و ضوابط

(۱) یہ رسالہ برہنہستی عالیجناب نواب فخر الدین احمد صاحب دہلی کے علمی فراموشی ریاست
لوہارو و عالیجناب کنور جری کرشن صاحب فروغ وکیل دہلی والا سریرام صاحب اہم سے مصنف
مؤلف: کرہ خجائہ جاوید و نواب سراج الدین احمد خان صاحب کل دہلوی برہنہستی کی آخر تاریخ کو
ہندوستان کے نامی گرامی دارالخلافت زبان اردو کی سالانہ دہلی سے شائع ہوتا ہے۔

(۲) قیمت سالانہ عام بیچ کے مساوی بیس روپے مرہون کو ساغرام سے لاٹھی کو فرسٹ واپس ملے گا جسے جو کچھ خطا

(۳) جواب طلب امور سے بے آدہ آنے کا ٹکٹ یا جوابی کارڈ آنا چاہیے نہ جواب نہ پہنچے یا شیعہ معاشرہ

(۴) خواہ مخواہ سب کا قلم شائع ہوگا۔ فاشی کا دہلی مشہور "جنت برہنہ" نامی

(۵) طرحی خواہ نہ کے علاوہ سب کے قلم شائع ہوں گے۔ مفید و شہانہ، دلچسپ، تفصیلات، فصاحت و خبر دہی نہ

حال کے مذاق سے مطابق و سب کے قلم شائع ہوں گے۔

(۶) چند سالہ زبردستی منی آرڈر وصول ہونا چاہیے۔ ہاؤس بے اس کی اجازت ہو۔

(۷) نمونہ کا پرچہ ۳۳ کے ٹکٹ آئے پر حاضر ثابت ہوگا۔

(۸) اگر کوئی ہمدرد پرنہ پہنچے تو اسے پہنچنے سے پہلے اطلاع دینے سے مفت و نہ قمار دانہ ہوگا۔

(۹) گلاسٹ بلا سوال بیگنی نہ کسی صاحب کے ام جاری نہیں ہو سکتا۔

(۱۰) مضامین و غزلیات وغیرہ ہر انگریزی ہینے کی تاریخ تک صاف و خوش خطا علیحدہ علیحدہ کاغذ پر معہ

نام رہنے آنا چاہئیں۔

(۱۱) ناظرین کے مذاق کے مطابق ایک سو ناول کا سلسلہ بھی بطور ضخیم ہمیشہ شامل گلاسٹ رہے گا۔

(۱۲) جملہ خط و کتابت و زسیل زربنام کنور جری کرشن صاحب فروغ وکیل سرپرست رسالہ ہندی ٹکٹ

دہلی یا بنام ایڈیٹر ان ہونی چاہیے۔

نوٹ: یہ رسالہ ناظرین شہر کو دہلی سنٹرل پریس یا ایڈیٹر ان سے ہر وقت ۳۳ روپے قیمت پر ملے گا ہر

کم از کم مبلغ ۳ سالانہ چندہ عطا فرمائے والوں کا نام نامی ایک سال تک نہرست معاہدین میں درج سالہ ہوتا رہے گا

پیائے لال رونق دہلوی و چندہ پرنشاد شیدا دہلوی۔ ایڈیٹر

اجرت انشائیہ ہر سال ۳۳ روپے ہوتی ہے جس کا قلم شائع ہوتا ہے

میں سورج کے گرد ایک سیارہ ہے جو کہ زمین سے چھوٹا ہے کیونکہ اس کی دورانیہ مدت ۸۸ دن ہے۔ زمین
 زمین میں دھن پر ہم رہتے ہیں۔ اس کے قطر ۸۸۰۰ میل ہے۔ اس کی دورانیہ مدت ۸۸ دن ہے۔ اس کی
 میل اس کا قطر ہے آفتاب کے قطر کے برابر ہے۔ اس کی دورانیہ مدت ۸۸ دن ہے۔ اس کی دورانیہ
 جاتی ہے اور فی گھنٹہ ۸۸ میل چلتی ہے۔ توپ کے گولہ سے ایک سو پینتیس گنی آگے
 زقار زیادہ چرچا اور سورج کی دورانیہ مدت ۸۸ دن ہے۔ اس کی دورانیہ مدت ۸۸ دن ہے۔ اس کی
 کرتی ہے اور یہ زقار اس کی دورانیہ مدت ۸۸ میل ہے۔ زمین کی ان دونوں حرکتوں کی بنیاد پر ایک
 تو آفتاب کے گرد اور دوسری اپنے محور پر گھومتی ہے۔ غبارے سے وہی جاسکتی ہے کہ
 جیسے کہ غبارہ ایک حرکت سے تو آفتاب کی طرف جاتا ہو اور دوسری حرکت سے گھومتا جاتا ہے
 چاند۔ فاصلہ کی زیادتی سے آفتاب کی روشنی زمین تک کم پہنچتی ہے اس واسطے قدرت
 نے زمین کو ایک قندیل عطا کی ہے جسے ہم چاند کہتے ہیں۔ اور ستاروں کی بنیاد چاند
 زمین سے بہت قریب ہے۔ لیکن اس نزدیکی پر بھی ۲ لاکھ ۴۰ ہزار میل کے فاصلہ پر ہے۔
 چاند کا قطر دو ہزار ایک سو اسی میل ہے۔ زمین کے گرد ۲۵ دن ۱۲ گھنٹہ میں گھوم جاتا ہے۔
 اور فی گھنٹہ دو ہزار دو سو نوے میل چلتا ہے۔ جو صورتیں کہ چاند میں نظر آتی ہیں وہ دریا
 پہاڑ اور سایہ ہیں۔ زمین کے باشندے اس کی نزدیکی کی وجہ سے اس کی حقیقت زیادہ معلوم
 کر سکتے ہیں۔ علماء میں ایک شخص بیان کرتے تھے کہ ہر برس کی بڑی نمائش میں چاند
 میں ہوتی تھی ایک بڑی دور میں سے دیکھا گیا تو زمین کی طرح چاند میں بھی آبادی معلوم
 ہوئی۔ وہاں کے باشندے کسی قدر پست قد اور ربہ نہ دیکھے گئے۔ ان کے جسموں پر
 تقریباً ایک ایک فٹ سنہری بال اور وہ ایک قسم کا پھل کھاتے تھے جو خرپڑ کی
 مانند تھا۔ اور ایک مٹی قسم کے جانور قد میں بیٹڑ کی مانند تھے۔ درختوں کے نیچے بیٹھے
 ہوئے دیکھے گئے۔ منجملہ دیگر عجائبات کے ایک سنگین اور خوبصورت قلعہ تھا جو پہاڑ
 سنگ سفید کا دکھائی دیتا تھا۔ یہی کیفیت غالباً دوسرے سیاروں کی بھی سمجھ لینی چاہیے
 جیسا کہ یہ ستارہ ہم کو چاند معلوم ہوتا ہے۔ لیکن چاند کی چاندنی کی نسبت زمین کی روشنی

چاند پرستہ جمعہ زیادہ تر قریب چاند سے نسبتاً بڑی ہے۔

مریخ۔ یہ سیارہ زمین سے بہت چمکے اور آفتاب سے ۴۸ کروڑ ۵۰ لاکھ میل دور ہے۔ اور اس دوری کی وجہ سے وہاں کے باشندوں کو آفتاب آدھا نظر آتا ہے۔ مریخ ایک گھنٹہ میں ۲۵ ہزار میل چلتا ہے اور آفتاب کے گرد ۸۷ دن میں گھوم جاتا ہے قطر اس کا صرف ۴ ہزار دو سو میل ہے۔ وہاں کے باشندوں کی صورتیں آدمی کی سی ہیں البتہ اس قدر فرق ہے کہ بجائے پاؤں کے ان کے کپڑے معلوم ہوتے ہیں اور بندر کی سی دم دیکھنے میں آتی ہے وہ ترقی اور تہذیب میں ہم سے بہت زیادہ ہیں۔ اور علم طبیعیات میں ان کو خاص قسم کا علم ہے زمانہ حال کے علماء سائنس اہل مریخ سے گفتگو کرنے کی دھن میں لگے ہوئے ہیں اور مشرولیم مارکونی کو تو یہاں تک دعویٰ ہے کہ ۱۹۱۲ء یا ۱۹۱۳ء تک وہ اپنی بے تار کی تار برقی سے مریخ تک پیغام پہنچا دیں گے۔

مشتری۔ اس ستارے کا قطر ۹۰ ہزار میل یعنی زمین سے ۴۱ سو ۷۷ گنا بڑا ہے اور آفتاب سے ۵۰ کروڑ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس دوری سے آفتاب کی روشنی وہاں کم پہنچتی ہے اس واسطے قدرت نے مشتری کو کم چاند عطا کئے ہیں اور وہ اپنی روشنی سے مشتری کو منور کرتے ہیں اور اس ترتیب سے پھرتے ہیں کہ وہاں بھی اندھیرا نہیں ہوتا۔ ان چاندوں میں کوئی ہماری زمین سے بڑا کوئی چھوٹا ہے۔ پہلا چاند مشتری سے ۱۲ لاکھ ۹۰ ہزار میل دور ہے اور ایک دن آٹھ گھنٹہ میں مشتری کے گرد گھوم جاتا ہے مشتری کے باشندوں کو عطار و زہرہ و مریخ۔ اور ہماری زمین نظر نہیں آتی۔ اس سیارے کی چال فی گھنٹہ ۲۹ ہزار میل ہے۔

زحل۔ اس کا قطر ۲۹ ہزار میل یعنی زمین سے ۹۷ سو گنا بڑا اور آفتاب سے ۹۰ کروڑ میل دور ہے اور سورج کے گرد ۳۰ برس میں اپنا دورہ تمام کرتا ہے اگر آفتاب سے توپ چھوڑی جائے تو اس کا گولہ زحل تک ۲۰۰ پندرہ برس میں پہنچے گا۔ اس کے گرد سات چاند دورہ کرتے ہیں اور زحل کے باشندے ایک رات میں کئی چاند دیکھ سکتے ہیں۔ ان چاندوں کے علاوہ زحل کے گرد ایک منور صلقہ اور بھی ہے جو زحل تک روشنی پہنچاتا ہے۔ اور یہ اعتبار ہے کہ زمین

ہزاروں عالم اُس میں سما سکتے ہیں صرف چوڑائی ہی چار سو فٹ کی ۲۴ ہزار میل ہے رطل کے ہاتھ اندر یہ منور حلقے دو درمیں سے صاف نظر آتے ہیں۔ رطل چارسی زمین کو نہیں دیکھ سکتے البتہ وہ اگر دور میں سے دیکھیں تو ایک نقطہ کی برابر نظر آ سکتی ہے۔ (ڈاکٹر پٹر)

ہوائی گاڑی

ہر فرد بشر کے دل میں قدرتی یہ خواہش ہوتی ہے کہ پرند کی طرح عالم ہوا کی سیر کرے اور بلندی سے قدرت کی نیڑگیوں کا تماشا دیکھے۔ غبارہ کا ہوائی گاڑی سے مقابلہ کرتے وقت یہ کہنا شاید بجا نہ ہو گا کہ دونوں میں وہی تفاوت ہے جو بچوں کی لکڑی کے گھوڑے اور زمانہ حال کی موٹر کار میں ہے۔ موٹر کار کے موجود نے پہلے پہل ایک چھوٹی سی گاڑی میں اپنی پیاری چٹپٹ کو کر رہا ہے۔ ہوا کی سیر کر کے موجودہ ہوائی گاڑی کی فہم و قائم کی تھی۔ اور اُس دن سے یہ کوشش ہوتی رہی کہ کسی نہ کسی طرح ہوائی جہاز بھی ایجاد ہوں جو زمین کے اوپر ہی اوپر سینکڑوں کوس نکل جائیں۔ گاڑی کی ساخت بالکل سیدھی سادھی ہے مختلف مسافروں کے بوجھ کو اس طرح تقسیم کیا جاتا ہے کہ گاڑی کے ہر ایک حصہ پر بہت ہی کم بوجھ پڑے اور تقسیم کچھ اس خوش اسلوبی سے کی گئی ہے کہ گاڑی کے لیے مسافر کاٹا وجود برابر ہے گاڑی کا جزو اصلی ایک چھوٹی سی کل ہے جو ساخت میں بہت معمولی ہوتی ہے کل پر زروں کو حرکت میں لاتی ہے اور گاڑی کو ایک پرند بنا دیتی ہے جو مسافر کو اپنے پروں پر بنسی خوشی اس لطیف مختصر ہوا میں لیے پھرتی ہے اور لطف دو بالا کرتی ہے۔ پروں کی حرکت کم و بیش کر کے مسافر اپنا رخ اور اپنی رفتار کو بدل سکتا ہے۔ غرض یہ مصنوعی پرند جسکی جان اور طاقت برقی قوت پر منحصر ہے حضرت انسان کی تابعداری سے ذرا بھی انحراف نہیں کرتا ہے۔ ڈیلی میل کے انعام کے مشہور ہوتے ہی لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ یہ انعام اس ہوائی گاڑی کے موجب کا حصہ ہو گا جسکی گاڑی اتنے لمبے سفر کے قابل ہو مگر تاریخ ایجاد اس امر کی شاہد ہے کہ موجب کی نعمت میں یہ انعام نہیں ہوا کرتا اپنے قیمتی

وقت اور دماغ صرف کرنے والا سوچا انعام کا شاید اس قدر مستحق نہیں جب قدر کہ اس کا استعمال کنندہ ہے بشرطیکہ وہ جان و مال کھپا کر اس میں کمال حاصل کر سکے۔ سوچد کی اکثر نخبی ہوش ہو کر تھی ہے کہ کوئی نہ کوئی اسکی ایجاد میں کمال حاصل کر کے دنیا کو عالم تحریر میں ڈالے اور اس کے بیئے اطراف عالم سے تختین و آفتوں کے نعرے بلند ہوں۔ اس انعام کے لینے والے مشرور رانٹ کا بھی یہی حال تھا اُس نے اپنی جان عزیز اس ہوائی گاڑی کی نذر کر دی تھی۔ چونکہ سفر خطرہ سے خالی نہ تھا اس لیے اپنی جان پتیلی پر رکھے ہوئے سفر کرتا تھا۔ گاڑی چالیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتی ہے۔ اور سفر نہایت کامیابی کے ساتھ کیا گیا لوگوں کے دلوں میں یہ خیال بھی پیدا ہوتا ہے کہ یہ گاڑی سو یا دو سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے جاسکے گی۔ مگر کئی وجہ سے بے سفر میں کم رفتار کی کو ترجیح دیجاتی ہے۔ پرندوں کی پرواز میں بھی اکثر سبائے سے کام لیا جاتا جو کو اسیں میل فی گھنٹہ کی رفتار سے زیادہ نہیں اڑ سکتا۔ ہاں جنگلی بلیغ ہی بے سفر میں بہت تیز اڑ سکتی ہے مگر وہ بھی چالیس میل کی رفتار سے زیادہ کبھی اڑتی ہوئی نہیں دیکھی گئی۔ ہوائی گاڑی میں کئی مرتبہ دیکھا گیا ہے کہ وہ پرند جو آگے اڑنے ہوئے دکھائی دیتے تھے بہت پیچھے رہ گئے ہیں اور جان کی حفاظت اُلکو کسی دوسری سمت میں لیکتی ہے۔ ہاں تو کبوتر آندھی کے رخ چالیس میل کی رفتار سے زیادہ اڑ سکتا ہے۔

ہوائی گاڑی آئندہ زمانے میں بہت ہی مفید ثابت ہوگی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ عہدہ اور مضبوط بنی ہوئی دو سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے نہ جاسکے امید ہے کہ چند سال کے عرصے میں یہ اڑنے والی گاڑیاں عام ہو جائیں گی اور قیمت صرف چھ سات سو روپیہ پر آٹھ ہونگی اور متوسط درجے کے لوگ بھی اس کے لطف سے محروم نہ رہیں گے۔ ولایت میں ایک کلب بننے کی تجویز ہو رہی ہے جس کے اجلاس ہوائی گاڑیوں پر ہوا کریں گے اور امید ہے کہ چند سال کے اندر ہی غباروں کی دوڑ ایک پُرانی چیز معلوم ہونے لگے گی اور ہوائی گاڑیوں کی بدولت آسمانی سیر کا حظ اُٹھایا جائیگا۔

(ایڈیٹر)

انجمنِ اتحادِ سخنِ دہلی

اس انجمن کا ماہواری مشاعرہ بتاریخ ۲۸ جنوری سن ۱۳۴۷ھ بروز آخِرِ مہینہ مکانِ سینہ واقع شہرِ جدیدِ نہایت شان و شوکت کے ساتھ منعقد ہوا۔ بوجہ طلبہ مسلم لیگ کے شکرِ سقیدہ کم تشریف لائے تھے البتہ فقہ و سامعین بہت زیادہ تھے۔ عالیجناب نواب سید غوث محمد صاحب غوث رئیس دہلی و اوزیری محبٹریت ریاست بھرتور کی تحریک اور پیارے لال رفیق کی تائید سے عالیجناب نواب سید الدین احمد خان صاحب طالب رئیس دہلی و جاگیر دار ریاست لومار و صدر انجمن مقرر ہوئے۔ قریب ساڑھے نو بجے کے شمع کو گردش دی گئی۔ نواب صاحب مرحوم نے چند شعر غیر طرح پر فرمائے جو نہایت ہی پرکھٹ اور زوردار تھے۔ تمام غزلیات طرح اور غیر طرح ہر ایک صاحب نے بقدر لیاقت بہت عمدہ پڑھیں جس سے سامعین کمالِ مخطوط ہوئے یہ مشاعرہ ایک بچے شب کو جناب صدر انجمن کے شکریہ کے ساتھ ختم کیا گیا۔ آئندہ کے ایسے مصرع طرح حسبِ ذیل اعلان ہوا مدعی ہیں سینکڑوں کوئی بیمار بھی تو ہو، یار و خیر و قافیہ

فہرست سرپرستان و معاونین سالہ نہا

عالیجناب صاحبزادہ شبیر علی صاحب بہادر خلع از شید صدر پر نور نواب صاحب و خلع از شیان ریاست بہار
عالیجناب نواب سید الدین احمد خان صاحب طالب رئیس دہلی و جاگیر دار ریاست لومار و
عالیجناب صاحب بادل صاحب رئیس پنچولی۔

عالیجناب رسلے بشیر ناتھ صاحب اکڑ کٹوا پنچیر درجہ اول رئیس دہلی۔

عالیجناب لالہ سربراہ صاحب ایم اے۔ مولف تذکرہ مخزن از ہا وید۔ رئیس دہلی

عالیجناب کنور بدری کرشن صاحب فرخ وکیل دہلی و رئیس سکندر آباد۔

عالیجناب سید وحید الدین احمد صاحب پنچو۔ دہلی

عالیجناب لالہ سرکاشنداس صاحب ساہوگوڑ واسلے اوزیری محبٹریت رئیس دہلی۔

عالمیناب رسلے بہادر لال شوہر شاہ صاحب رئیس دہلی۔
 عالمیناب شفا الملک حکیم صنی الدین احمد خاں صاحب اوزیری محتریت دہلی
 عالمیناب ابو اعظم نواب سراج الدین احمد خاں صاحب سائل دہلی
 عالمیناب نواب سید محمد غوث صاحب غوث رئیس دہلی و اوزیری محتریت ریاست بہر پور
 عالمیناب بابو مہاراج کرشن صاحب رئیس دہلی۔
 عالمیناب لال راچندر صاحب آئرن مرچنٹ و رئیس دہلی
 عالمیناب پنڈت شوزائیں صاحب مشراوید دہلی۔
 عالمیناب بابو جلالا نند صاحب سب پوسٹا سٹرو دہلی۔
 عالمیناب لالہ چمبھوہن لال صاحب رئیس دہلی۔
 عالمیناب مولوی محمدی حیات بخش صاحب رسا وکیل و شاعر دربار و صاحب علی سکھ ریاست و پھور
 عالمیناب لالہ جھوہل صاحب رئیس دہلی۔

سزیم

دنیا میں جبکہ غلط فہمی اس علم کے متعلق موجود ہے شاید کسی عموماً اس کے متعلق اتنی ہمارا
 قدامت کے لحاظ سے بھی اس علم کی تاریخ پر غور کریں تو دنیا کی تاریخ کا جہاں تک پتہ چلتا
 ہے اس کا نشان بھی وہیں تک پایا جاتا ہے۔ لاکھوں کیا بلکہ کروڑوں سال قبل مسیح ہمیں
 علم کے عجیب و غریب کرشمے ہندوستان میں دیکھ سکتے ہیں۔ جہاں یہ خاص طور پر مذہبی
 مت، لوگوں اور خصوصاً لوگیوں کے قبضہ میں گپت و توپا کے نام سے عوام کے دلوں پر
 اپنا جب جمائے ہوئے ہے۔ "راج یوگ" اور "سہت یوگ" کے درمیان حد فاصل بنا ہوا ہے
 اکثر بڑے بڑے مذہبی مقتدا اسی کے ذریعے سے خیب کی باتیں بتا رہے ہیں۔ کہیں
 مشعلوں کے ذریعے سے گزشتہ واقعات کی خبریں دی جا رہی ہیں کہیں فہمی چھوڑ
 میں دیکھ کر دنیا کے حالات سے واقفیت ہم پہنچائی جا رہی ہے کہیں مصیبت زدوں کو
 اطمینان قلب۔ رخصتوں کو شفا۔ منکروں کو روحانی قوتوں کا ثبوت اسکے ذریعے سے دیا

جا رہا ہے ”راج یوگ اور ہٹ یوگ“ یہ دو طریقے یوگ کے بین میں ”راج یوگ“ فالص عشق الہی میں بہت ہو کر خدا رسی کے لیے ریاضت وغیرہ کیجاتی ہے۔ مگر ”ہٹ یوگ“ میں اپنے قویٰ روحانی و قلبی کو اکثر شوقیہ ترقی دیتے ہیں جس کے ذریعے سے مختلف طاقتیں ہٹ یوگی کو حاصل ہو جاتی ہیں۔ یہ تمام طاقتیں راج یوگی کو بھی ضمنتاً حاصل ہو جاتی ہیں لیکن نہ وہ اس کا استعمال کرتا ہے اور نہ اُس کا اظہار کیونکہ وہ اسکو شعبہ بازی سے زیادہ نہیں سمجھتا۔ ”گپت و دیا“ یا ”اجکل کی اصطلاح میں ”مسمریم“ یہ اُس زمانے میں اس ترکیب کا علم تھا کہ جبکی ضرورت راج یوگی اور ہٹ یوگی دونوں کو ہوتی تھی۔ علاوہ دیگر تمام باتوں کے امراض کے علاج میں اس کا استعمال خاص طور سے ہو کر رہا تھا۔

ہندوستان کے بعد مصر میں اسکی موجودگی کا پتہ تقریباً تین ہزار برس قبل مسیح تک چلتا ہے۔ مصر کی ایک قدیم تاریخ جس کا نام ”ایبرس میہرس“ ہے اس کا ترجمہ جن زبان میں ڈاکٹر ہنری یوشم نے کیا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ مسیح قبل مسیح سے بہت پہلے مصر میں ایسے ایسے لوگ موجود تھے جو صرف ہاتھ رکھ کر من کو دور کر دیتے تھے مصر میں بھی یہ فن مذہبی نجاریوں کے ہاتھ میں تھا۔ جو اس سے قریب قریب اُسے ہی کام لے سکتے تھے جتنے ہندوستان کے یوگی۔ مصر میں یہ فن ہندوستان ہی سے گیا تھا۔ لیکن اسکی تاریخ کا ٹھیک پتہ لگانا ناممکن ہے۔

اُسی زمانے یا اُسکے کچھ بعد جاپان میں بھی ایسے ایسے مذہبی پیشواؤں کی موجودگی ثابت ہوتی ہے۔ جو قریب قریب ہندوستان کی طرح بعض اوقات مصریوں سے زیادہ اس علم سے کام لیتے رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ جاپان میں بھی یہ طریقہ ہندوستان ہی سے پہنچا۔ پہلی صدی عیسوی میں ناسٹکس میں یہ طریقہ مذہبی رسوم اور کتے وقت خصوصاً استعمال کیا جاتا تھا۔ تقریباً دو ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ ہوا کہ ایران میں ایک خاص فرقہ اس کے ذریعے سے بڑے بڑے کام لیتا تھا۔

دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں جہاں ہاتھ رکھ کر چھونک کر یا جھاڑ کر محض تصور سے علاج نہ کیا جاتا ہو۔ اگلے زمانے کی شائستہ قوموں کا حال تو ابھی سننے لکھا ہے لیکن

لیکن وحشی قوموں میں بنی اسکی سوجہ رنگی کے آنا کچھ نہ کچھ پائے جاسکتے ہیں۔
 موجودہ مذہب ان لوگوں میں ایسا ہی ہے۔ بعد کے حالات دیکھو تو مسلمانوں کی اس کا
 حضرات کا طریقہ سب سے بہتر ہے یا حدیث یا فقہ رکھ کر عین کرنے کا قاصد بھی وہی ہے۔ اسلام
 سے پہلے عیسائی راہبوں اور بت پرستوں میں بھی یہ علم پایا جاتا تھا۔
 ایک زمانے کے بعد جب مذہبی کشاکش زیادہ ہونے لگی اور ہر فرقے کے لوگ
 تباہی کے سبب ان باتوں سے اپنے اپنے مذہب کی غلط ثابت کرنے لگے تو ہر فرقہ میں
 اس علم کو خاص طور سے ترقی دینا شروع ہوئی۔ اب یہ علم بہت زیادہ نہایت ہی رنگ پکڑ
 گیا۔ مذہبی اصول اس کے اصول ہو گئے اور راج یوگ، تصوف کے معنی بھی غلطی سے یہی سمجھ
 جانے لگے کہ انسان میں مختلف کرشمے دکھانے کی قوت ہو جائے۔ مگر یہ مذہب میں کوئی
 نہ کوئی خاص فرقہ ایسا بھی موجود تھا جو اسکی اصلیت سے باخبر تھا اور راج یوگی اسے شعبہ
 بازی سمجھ کر اس سے نفرت کرتے تھے کیونکہ وہ ایسے ایسے کشف و کرامات میں پھینک دیتے
 عشق الہی کم ہونیکا ذریعہ خیال کرتے تھے۔

ان اعتراضات کی وقعت اُس وقت اور بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے جب ہم عشق
 مجازی (دنوی عشق) کی مثالیں دیکھتے ہیں جن میں عقل و ہوش کو اول خیر یاد کہہ دیا
 جاتا ہے۔ معشوق اور صرف معشوق کا خیال دل میں رہتا ہے۔ اور تمام شان و شوکت
 سے دل برداشتہ ہو جاتا ہے۔ کمال روحانی حاصل ہو جانے کے بعد طبعیت کو سیری
 نہیں ہوتی بلکہ روز بروز نئی تجلیات کی خواہش دل میں پیدا ہوتی چلی جاتی ہے یا با الفاظ دیگر
 دنیوی کے پردوں کا اٹھ جانا انسان کو ایسا محو رکھتا ہے کہ اسے کو کسی چیز کی سہ بدہ بھی نہیں ہوتی
 لیکن فحش تجلیات ایک خاص حالت ہو جو اکثر صورتوں میں پائی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ
 انسان کی گری ہوئی حالت کو ترقی دینے کی کوشش کرتا۔ کیونکہ انسان پر اوپر کا یعنی
 دوسروں کی خدمت کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور یہ فرض اُس کو اُس وقت زیادہ
 محسوس ہونے لگتا ہے جب وہ قید نفس سے آزاد ہونا شروع ہوتا ہے۔ اپنے دوسرے
 بھجنسوں کی گری ہوئی حالت سنبھالنے کے لئے اُن نئے خیالات بعض وقت فوراً

ہی پھیرنے ہوتے ہیں۔ جس کے لئے کرامت کا ظاہر کرنا اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ اور ایک مرتبہ اظہار کرامت ہونے ہی جو جو خلق اُمت آتی ہے۔ جن میں جاہل عالم۔ کم ظرف۔ عالی ظرف۔ ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جاہلوں کے عقائد اکثر دلیل کے محتاج نہیں ہوتے۔ اس پر ایک انوکھی طاقت حاصل کرنے کا شوق اُن کے ایسی سخت محنتیں اور ریاضتیں کرا دیتا ہے کہ انہیں کچھ نہ کچھ حاصل ہو ہی جاتا ہے مگر ظرفی یا عالی ظرفی تو جاہل اور علم پر منحصر نہیں۔ اس لئے اکثر جاہل لوگ ایسی عالی ظرفی کا ثبوت دے جاتے ہیں کہ گرو جی یا مرشد صاحب کو ان پر بہت اعتماد ہو جاتا ہے۔ اور وہ بہت کچھ حاصل بھی کر لیتے ہیں۔ بعض جو اتنے بڑے ظرف کے نہیں ہوتے ان کو ان کی جفاکشی۔ خدمات اور ریاضتوں کے صلے میں دو چار انچھرتا دیئے جاتے ہیں اور یہی وہ ملک فرقہ ہے جو ہندی کی گرہ پا کر پیاری بن بیٹھتا ہے۔

ہندوؤں میں بہت سے "مہٹ یوگی" ساو جو۔ سوامی وغیرہ۔ اور مسلمانوں میں سینکڑوں شاہ صاحب قلندر صاحب۔ سائیں جی۔ اخوند جی۔ پیر جی۔ اور بہت سے عامل اسی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

اب یہ سوال بالکل عجیب و غریب رہتا کہ یہ فن شریف ایسے مایوسوں میں گیا ہی کیوں جو اس کی قدر نہیں کر سکتے تھے۔ کبھی کبھی ان دو چار انچھرتا جانے والوں کو بھی یا تو اپنے ذاتی فائدہ یا اصلاح کے واسطے جب اظہار قوت کی ضرورت پڑی تو خلقت نے ان کا چھپا کیا اور انھوں نے بھی اپنی لیاقت کے موافق ہر ایک کو کچھ نہ کچھ دے ہی دیا۔ ان کے چیلوں میں سے کوئی ایسا ہو گیا کہ جسے کچھ لطف آنے لگا تو وہ آئینہ ترقیوں کے خیال سے اوپر اُدھر نکل کھڑا ہوا۔ وہ نہ اکثر ایسے تھے جن میں جنہیں صرف ایک یا دو ہی لٹھے کٹے ہیں یہ فرقہ رفتہ رفتہ کچھ تو اس خیال سے کہ جو کچھ انھیں آتا تھا ہر گز یہی اپنا رعب جانے کے واسطے دکھاتے رہتے تھے اور کچھ اپنی کثرت کے لحاظ سے بھی دنیا کے ہر نام میں زیادتی کے ساتھ پہلنا شروع ہو گیا۔ ان لوگوں کی کرامتیں زیادہ تر گپت و دیا اعلیٰ باطنی پر منحصر تھیں بلکہ اکثر اوقات شبہہ ہا زمی اور ابلہ فریبی کو ان میں اس خوبی سے شامل

کر لیا جاتا ہے کہ خلقت اچھی طرح دھوکہ میں آجائے۔

آج کل بھی ہندو مسلمانوں میں بہت سے ایسے عامل موجود ہیں جو اکثر امراض کے واسطے پوری دوا بتا دیتے ہیں اور ایک جھوٹ موٹ کا تقویٰ بھی اُسکے ساتھ گھول کر پی لینے کو دیدیتے ہیں۔ اہل غرض کا دل معمولی آدمیوں کا سا نہیں ہوتا ضرورت کے وقت آدمی کو سرف اپنے فائدے سے بچے غرض رستی ہے۔ اس وجہ سے ان حضرات کا جمل بے خبر اور باخبر دونوں قسم کے لوگوں پر چل جاتا ہے۔ یہی حالت اب تک بھی قائم رستی بلکہ اس میں روز بروز ترقی ہوتی جاتی۔ اگر اٹھارہویں صدی کے آخر میں ڈاکٹر مسمر کی تحقیقات سے معاملات کی حالت دگرگوں نہ ہو جاتی۔

۱۸۴۳ء میں ڈاکٹر مسمر ملک آسٹریا کے دار الخلافہ وائنا میں پیدا ہوا اور ۱۸۶۷ء کے کتبچہ اسنے وہاں کے علم نجوم کے قواعد کے مطابق مقناطیس کے ٹکڑوں کے ذریعے سے ستاروں اور سیاروں کے اثرات دیکھ کر مرضوں کا علاج کرنا شروع کیا۔ ایک مرتبہ بالوصف مقناطیس کے آسنے تلے جس کے ٹکڑوں سے بھی کام لیا۔ اور نتیجہ حسب مراد نکلنے پر اس کا خیال دوسری طرف رجوع ہوا۔ پہر اسنے صرف ہاتھ سے کام لینا شروع کر دیا اور اس میں کامیابی ہونے کے بعد یہ رائے ظاہر کی۔

(۱) نہ صرف اجرام فلکی کا اثر انسان پر ہوتا ہے بلکہ ہر انسان کا اثر بھی ایک دوسرے پر ہوتا ہے۔
(۲) یہ اثر ایک دوسرے تک ایک خاص قسم کے رفیق ملنے (اوڈائل) کے ذریعے سے پہنچتا ہے جو اپنے خواص میں مقناطیس سے بہت کچھ مشابہ ہے اور جو ہر طرف فضا پر عالم میں پھیلا ہوا ہے۔

(۳) یہ مادہ اتنا لطیف ہے کہ معمولی طور سے انسان کو نظر نہیں آ سکتا۔

(۴) صحت انسانی کا مادہ اسی مادہ پر ہے۔ جب تک یہ مادہ اعصاب میں باقاعدہ گردش کرتا رہتا ہے صحت برقرار رہتی ہے اور جب کسی خاص وجہ سے بعض اعصاب میں سے یہ رفیق مادہ کم ہو جاتا ہے تو کوئی دوسرا حلقہ اُسکی جگہ لے لیتا ہے اور اس جگہ مرض پیدا ہو جاتا ہے۔

(۵) یہ مادہ اپنی معمولی حالت کے خلاف ایک جسم سے دوسرے جسم تک بھی پہنچتا رہتا ہے۔

(۶) اگر انسان کافی ذرا عرصہ پہنچا لیں تو وہ اپنی خواہش کے مطابق اس مادہ کو جتنا چاہیں اپنے پاس کسی دوسرے جسم میں داخل کر سکتے ہیں۔

(۷) ضرورت متذکرہ بالا کا اختصار زیادہ قوت ارادی اور دل چاہی کے نکل پڑنے پر منحصر ہے

(۸) اس مادے سے علاوہ ازالہ مرض کے اور بہت سے کام کیے جاتے ہیں اور قوت دہن کا اختصار زیادہ تر اسی پر ہے۔

یہ مادہ جسم کے تمام اعضا میں نکال لیا جائے۔

یہ مادہ کبھی بہت عرصہ تک جسم میں کھڑا رہ سکتا ہے جس سے یہ اصول نہیں قائم کئے گئے تھے

یہ مادہ کبھی بہت عرصہ تک جسم میں کھڑا رہ سکتا ہے جس سے یہ اصول نہیں قائم کئے گئے تھے

یہ مادہ کبھی بہت عرصہ تک جسم میں کھڑا رہ سکتا ہے جس سے یہ اصول نہیں قائم کئے گئے تھے

یہ مادہ کبھی بہت عرصہ تک جسم میں کھڑا رہ سکتا ہے جس سے یہ اصول نہیں قائم کئے گئے تھے

یہ مادہ کبھی بہت عرصہ تک جسم میں کھڑا رہ سکتا ہے جس سے یہ اصول نہیں قائم کئے گئے تھے

یہ مادہ کبھی بہت عرصہ تک جسم میں کھڑا رہ سکتا ہے جس سے یہ اصول نہیں قائم کئے گئے تھے

یہ مادہ کبھی بہت عرصہ تک جسم میں کھڑا رہ سکتا ہے جس سے یہ اصول نہیں قائم کئے گئے تھے

یہ مادہ کبھی بہت عرصہ تک جسم میں کھڑا رہ سکتا ہے جس سے یہ اصول نہیں قائم کئے گئے تھے

یہ مادہ کبھی بہت عرصہ تک جسم میں کھڑا رہ سکتا ہے جس سے یہ اصول نہیں قائم کئے گئے تھے

یہ مادہ کبھی بہت عرصہ تک جسم میں کھڑا رہ سکتا ہے جس سے یہ اصول نہیں قائم کئے گئے تھے

یہ مادہ کبھی بہت عرصہ تک جسم میں کھڑا رہ سکتا ہے جس سے یہ اصول نہیں قائم کئے گئے تھے

یہ مادہ کبھی بہت عرصہ تک جسم میں کھڑا رہ سکتا ہے جس سے یہ اصول نہیں قائم کئے گئے تھے

یہ مادہ کبھی بہت عرصہ تک جسم میں کھڑا رہ سکتا ہے جس سے یہ اصول نہیں قائم کئے گئے تھے

یہ مادہ کبھی بہت عرصہ تک جسم میں کھڑا رہ سکتا ہے جس سے یہ اصول نہیں قائم کئے گئے تھے

یہ مادہ کبھی بہت عرصہ تک جسم میں کھڑا رہ سکتا ہے جس سے یہ اصول نہیں قائم کئے گئے تھے

یہ مادہ کبھی بہت عرصہ تک جسم میں کھڑا رہ سکتا ہے جس سے یہ اصول نہیں قائم کئے گئے تھے

یہ مادہ کبھی بہت عرصہ تک جسم میں کھڑا رہ سکتا ہے جس سے یہ اصول نہیں قائم کئے گئے تھے

اتفاق سے اصلی لفظ سے زیادہ مطلب خیر ہے۔ سنسکرت زبان میں اسکو شیج کہتے ہیں۔
 انیمیل لکٹینر کو سیر نے اس مقناطیسی قوت کے معنوں میں لیا تھا جس پر زندگی کا مدار
 ہے مگر یہ معنی مقناطیس حیوانی سے زیادہ اچھی طرف سمجھ میں آتے ہیں۔ اور اس حالت کا
 نام جو پائیمی گور نے طاری کی تھی خواب مقناطیسی رکھا گیا۔ چونکہ خواب مقناطیسی طاری
 کرنے کے بعد ازالہ مرض میں زیادہ آسانی ہوتی تھی اس لیے آئندہ سے تمام تجربات اسی
 حالت میں ہونے لگے۔ اب اس علم نے ایک نئی صورت اختیار کی۔

سال ۱۸۷۰ء میں ایک فرینچ ماہر مسمی لافونٹین نے شہر مینچسٹر میں چند تجربات دکھائے
 جن کو دیکھ کر ایک انگریزی ڈاکٹر مسمی بڑ پڑنے اس طرف توجہ کی۔ ادھر یفن یوہ
 سے باہر نکلا مگر یہ بھی لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا رہا تھا۔ چنانچہ دو جگہ باقاعدہ دو مختلف
 پہلوؤں کے ساتھ تحقیقات شروع کی گئی امریکہ میں تھوڑے دن تک تحقیقات میں جب وہ تمام
 نتائج حاصل کیے جاسکے جن کا کہ دعویٰ کیا جاتا تھا۔ تو دوسرے فریڈرک قومسکی تحقیق کے فلسفے
 گہرے منکے ان میں سے ایک میٹھ جہ میڈیم بلیٹسکی تھیں اور ایک صاحب کربل الکات
 تھیں ان دونوں بزرگوں نے اس علم کو اس کے اصل منبع و منبع ہندوستان میں دریا
 کرنے کا ارادہ کیا۔ یہاں سے مختلف ساہیوں سے ملے۔ مگر جب یہ معلوم ہوا کہ اول تو اس کے
 اصلی راز بتانے میں بغل سے زیادہ کام لیا جاتا ہے۔ دوسرے ہر گروہ کی تعلیم اکیہ دوسرے
 سے ملتی جلتی نہیں تو ہالہ پارچے گئے۔ جہاں بدھ مذہب کے درویشوں کی ایک بڑی
 تعداد فیض پہنچانے میں حسب ظرف مرید درج نہیں کرتی تھی۔ وہاں ان حضرات نے اچھی
 طرح رو حایت کی طرف توجہ کی اور نہ صرف ”گیت و دیا“ سیکھی بلکہ اور بہت سے علوم
 و اہنیت حاصل کی۔ مختلف قسم کی ریاضتیں کیں اور اچھی خامی روحانی قوتیں حاصل کر کے
 خلق خدا کو فیض پہنچانے کی نیت سے نکلے۔

سب سے پہلا کام جو انھوں نے کیا وہ سائینس اور مذہب کو تطبیق دینے کی کوشش
 تھی جسکی باقاعدہ کارروائی جاری رہنے کے واسطے بنارس میں اول ایک سوسائٹی قائم
 کی گئی۔ جس کا نام ”تھیوفوفیکل سوسائٹی“ ہے بعد ازاں مختلف ملکوں میں رفتہ رفتہ اس

قسم کی سوسائٹیاں قائم ہوتی ہیں۔

ادھر انگلستان میں ڈاکٹر بریڈ نے اپنی تحقیقات کا سلسلہ برابری رکھا چونکہ وہ اصلی راز سے واقف نہ تھا اور محض ذاتی علم ہی کے بھروسہ پر سب کچھ کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے وہ ایک اور سچ پر پہنچا اُسے بہت سے تجربوں کے بعد یہ نتیجہ نکالا کہ انسان پر خواب منطاطیسی طاری ہو سکتا ہے لیکن یہ کسی منطاطیگی یا روحانی طاقت کا نتیجہ نہیں بلکہ محض خیال جم جانے سے احصاب میں ایک قسم کی تکان سی پیدا ہو جاتی ہے اور انسان پر ایک قسم کی غفلت طاری ہو جاتی ہے۔ چنانچہ منطاطیس حیوانی کی بھوری کو رد کر کے اُسے اس علم کا نام ہینیا ٹیزم رکھا جو نانی لفظ ہینیا سے بنایا گیا ہے اور جس کے معنی صرب سو جانے کے ہیں۔

اب بچارے مسریزم کو مذہبِ حالت میں چھوڑ کر دوفرے قائم ہو گئے ایک نئے اس کا نام عقیدہ صوفی یا کلیٹیزم رکھا جس کے معنی تصوف یا روحانیت کے ہیں اور صرف علاج ہی پر قناعت نہ کی بلکہ پھر ان تمام روحانی قوتوں کا سرے سے دعویٰ کیا جو فی زمانہ انگلے زمانے کی گپیں سمجھی جاتی تھیں۔ اور جہاں تک ہو سکا دلائلِ ساطعہ سے اُن تمام دعوؤں کو ذہن نشین کرنے کی کوشش کی۔ ان عقیدہ سوسٹ میں سے میڈم باپوسکی کا پایہ سب سے علی تھا مگر عرصہ ہوا کہ وہ انتقال کر چکی ہیں۔ اور کرنل الکات کا بھی انتقال ہو گیا۔ جو میڈم صاحبہ کے قریب قریب ہمزب تھے۔ ہندوستان میں سٹراے۔ پی۔ سینٹ۔ اور سنر ایسی بیٹسٹ بنی یا دگار اب موجود ہیں۔

اسٹریلیا اور نیوزیلینڈ میں مس لیلین ایجر ایم اسے وغیرہ ہیں۔ یہ لوگ اپنی ریاضتوں میں بھی مصروف ہیں۔ باقاعدہ تحقیقات بھی کرتے ہیں اور خلقت کو امتحان کرنے کے واسطے دعوتیں بھی دیتے ہیں۔

دوسرے فرقے نے اس کا نام ہینیا ٹیزم یا بریڈزم ڈاکٹر بریڈ کی رعایت سے رکھا انھوں نے ڈاکٹر مسر کو محض غلط فہمی کا شکار سمجھا۔ بلکہ اکثر نے تو اُس کو جیٹھ خور و خن اور ابلیہ فریب بھی ٹھہرایا۔ اور صاف اعلان کر دیا کہ باطنی قوت کوئی چیز نہیں منطاطیس

جیوانی محض دہو کے کی ٹٹی مٹی اور جو کچھ ہے ہینپا ٹیزم ہے جس کا تعلق صرف معمول ہی سے ہے عامل کی بھی ضرورت نہیں۔ فرانس آکھل اس ہینپا ٹیزم کا خاص مرکز ہے جہاں دو شخصوں نے مختلف قواعد سے اسکی درگاہیں قائم کی ہیں۔

خیر یہاں تک جو کچھ ہوا محض علمی شوق اور تحقیق کی غرض سے تھا۔ جبکی پیروی چونکہ ذرا بے غرضی کا پہلو سیئے ہوئے یعنی ہندوستان میں نہوسکی۔ انگریز بڑے تجارت کے دلدادہ ہیں انھوں نے ایک سوسائٹی اسکے متعلق قائم کر لی جس کا نام ”سائٹفک ریسچ“ رکھا گیا اور سمریزم اور ہینپا ٹیزم کو غلط ملط کر کے ایک سلسلہ کتابوں کا چھاپا پایا۔ جبکی قیمت پندرہ روپیہ لکھی گئی۔ اور جس کے خریداروں سے اول حلف رازداری لیا جاتا ہے۔ اس طرز کی ایک سوسائٹی امریکہ میں بھی قائم ہوئی جو لندن والی سوسائٹی کی شاخ ہے۔ اب ہم پھر ہندوستان کی طرف ناظرین کو متوجہ کرتے ہیں۔ اول تو یہاں سمریزم یا ہینپا ٹیزم سے بہت کم واقف ہیں اور جو ہیں انھوں نے اس کو ایک مذہبی کام سمجھ رکھا ہے اس سیئے وہ اس کا اظہار بہت کم کرتے ہیں۔ اور دراصل مہیا کہ شروع میں ظاہر کیا گیا جو ران کو ضرورت ہی کیا ہے اور فرصت ہی کہاں؟

لیکن سمریزم جاننے کا دعویٰ کرنے والے بہت سے ہیں جنہوں نے آنکھیں لڑنے کا نام سمریزم رکھ چھوڑا ہے اور جن کا خیال ہے کہ پانچ پانچ چھ چھ تھننے آنکھیں لڑنے سے کاغذ پر کا لاقص بنا کر دیکھنے سے چراغ کی طرف نظر کرنے سے۔ پھولوں پر نگاہ جانے سے علم سمریزم آجاتا ہے۔

بعض حضرات ایسے ہیں جنہوں نے پاس کرنے کا نام سمریزم رکھ چھوڑا ہے انھوں نے ان کو خبر نہیں کہ ہم اصلیت سے بہت دور ہیں۔ غرض کہ ہندوستان میں جتنے بہت سے دعویٰ کر رہے ہیں اتنے ہی بہت سے قاعدے بھی ہیں ”ہر کس بن جمل خیمیش خبطے وارد“ مگر ان لوگوں کے افعال ان ہی تک محدود رہتے تو کچھ مضائقہ نہ تھا۔ خلق خدا کو جسے جسے وعدے کر کے دہو کے میں نہ ڈالنے کی کوشش کی جاتی۔ کوئی سمریزم کا اہرے اور کوئی مٹے اور کوئی مٹے میں سیکنے والے کو کامل بنانے کا دعویٰ رہا ہے

اور بعض تو ایک روپیہ پر ہی قانع ہیں اور وہ وہ قومیں ودیعت کر دیئے کا وعدہ کرتے ہیں جو شاید کسی بڑے سے بڑے عامل - سوامی یا ولی اللہ کو بھی سکھا دینے میں تامل ہو گا - کیا لطف کی بات ہو کہ روحانی قومیں عین معمولی طاقتیں - حتیٰ کہ حذرائی کا انتظام ہو اور ہر میں بچا جا رہا ہو - افسوس صد افسوس -

لوگوں نے سمرنیم جیسے شریف علم کو کھائے کھائے کا ایک وسیلہ قرار دے لیا ہے اور بھوئے بھالے آدمیوں کے لئے اس کے پروے میں دم تزیو رہا رکھا ہے ہم پہر کسی وقت اس علم کے متعلق ناظرین سے عرض کرینگے کہ ہندوستان میں پہلے اس علم کی کیا صورت تھی اور اب کس حالت میں پایا جاتا ہے ؟ فقط

شیدا - دہلوی

جناب کنور بدری کرشن صاحب فروغ وکیل دہلی نے جناب نواب سید الدین احمد خاں صاحب طالب رئیس دہلی و جاگیر دار یا سب لوہارو کے نام روانہ کیا تھا۔ جناب موصوف نے جو کچھ اسکے جواب میں ارشاد فرمایا ہو وہ مجھے بدیہ ناظرین کیا جاتا ہو مضمون نفیس نفیس پر زور اور قابلِ داد ہو۔ یقین ہے کہ ناظرین اس سے لطف اٹھائیں گے (ایڈیٹر)

(جناب فروغ صاحب کا خط)

کرمی - جناب طالب صاحب - تسلیم و شوق

رسالہ ”نیرنگ“ میں جو کچھ غزل کے اشعار پر کچھ اعتراضات چھپے ہیں اور جنکے جوابات ایڈیٹر کمال دہلی نے اپنی طرف سے بہت معقولیت کے ساتھ لکھے ہیں وہ بھی دیکھے ہیں لیکن میرے خیال میں اگر آپ بھی اپنے اشعار کی نسبت کچھ ارقام فرمائیں تو اور بھی مستحسن ہو گا۔ زیادہ نیاز - کنور بدری کرشن - وکیل -

مورخہ ۲۶ جنوری سنہ ۱۹۱۶ء

حضرت طالب صاحب کا جواب

مشفق من - آپ بار بار تلقاض کر کے کیوں مجھے مجبور و منفعل فرماتے ہیں - غالباً آپ

سمجھتے ہو گئے کہ کچھ اشتغال اس سے پہلو تہی کرتا ہوں۔ ہرگز نہیں۔ امر واقعی یہ ہے کہ مجھے یہ کاغذ کے گھوڑے و دوڑانے پسند نہیں۔ مگر یہودہ اور نحو اعتراضوں کا جواب آپ لکھواتے ہیں صرف اس نظر سے کہ آپ کی تسلی و تشفی ہو جائے اور آپ یہ نہ سمجھیں کہ اعتراض اٹھ نہیں سکتے۔ مطلع اول پر جو اعتراض ہے اس کا بہت مختصر جواب لکھتا ہوں مطلع ہے

خارا لشکاف آپ جو خبر بنائیں گے ہم دل کو آپ کے لیے پتھر بنائیں گے
سب سے بڑا اعتراض ”خارا لشکاف“ پر ہے کہ یہ صفت خنجر کی جھگوڑوں کی ہو سکتی ہے۔
معشوق کی نہیں ہو سکتی۔ شانہ نامہ ملاحظہ فرمائیے۔ جہاں فردوسی۔ عنصری۔ فرحی۔
عسجدی سے ملائی ہو اسے تو ان چاروں نے ملکر ایک رباعی گھڑی ہے۔

عنصری۔ چوں عارض تو ماہ سب شاد روشن
فرحی۔ مانند رحمت گل نبود در گلشن۔
عسجدی۔ مژگان تہی گزر کند از جوشن
فردوسی۔ مانند سنان گیو در جنگ پشش

معلوم نہیں کہ عنصری جس معشوق کے عارض ماہ سے زیادہ منور بتاتا ہے اور فرحی کو مسمکے رخ کے مقابل گلشن میں کوئی گل نہیں دکھائی دیتا تو عسجدی اسے معشوق کی مژگان ایسی کیوں قرار دیتا ہے کہ وہ کیا سینہ پھوڑنے دل توڑنے پر نہیں کرتی بلکہ جوشن کے پار ہوئی جاتی ہیں۔ اس پر میاں فردوسی حاشیہ چڑھاتے ہیں مخصوص سنان گیو کی تشبیہ کا خاص جنگ پشش میں۔ جنگ پشش وہ ہے جہاں پیراں وسیہ نے طوس فردوسی پر شب خون مارا ہے اور ایرانیوں کو تورانیوں سے شکست ہوئی ہے۔ اور ملاحظہ ہو داستان یعنی زال رستم کا باپ روداہ پر عاشق ہو کر اس کے دولہا کی طرف جاتا ہے۔ روداہ بھی لب بام آجاتی ہے اور جب دو چار ہوتے ہیں تو وہاں فردوسی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔

کندے کشاد او ز سر و بلند کس از مشک زانسانہ پیچہ کند

غم اندھم و مار بربار بود ہر اے غمیں تار پر تار بود
 فروہشت گیسوازاں کنگرہ کہ مازید و شد تا بہن کیسرو
 پس از بارہ روداہ آواز داد کہ لے پہلو اے بچہ گرد زاد
 کنوں زود بر تاز و بر کش میاں بر شیر بکشا و چنگ کیاں
 بگیر این سر گیسواز یک سویم زہر تو باید بھی گیسویم
 ظاہر ہے کہ کچھ طوسی نے معشوق کی رلف کو لاؤ کار سنا بنا دیا ہے۔ پہر میں نے
 اگر معشوق کے خنجر کو خارا شکاف بنایا تو کیا تصور کیا۔ اب رہا دل کا پتھر بنانا۔ سو کچھ
 ضرور نہیں کہ یہاں محاورے کا لحاظ کیا جائے اور اصطلاحی معنی لیے جائیں۔ بلکہ
 واقعی معنی لیے جائیں۔ یہ کیوں؟ اس لیے کہ جب معشوق خنجر خارا شکاف بناتا ہے
 تو ہم دل کو پتھر بناتے ہیں تاکہ اسے امتحان کرنے کے لیے اور کسی پتھر کی تلاش و
 جستجو نہ ہو۔ ہم پر ہی امتحان کرے۔ اور عاشق صادق کی ہمیشہ یہی مراد ہوتی ہے۔
 کہ معشوق اپنی ہی طرف رجوع رہے خواہ جو روحانے خواہ لطف و عطائے۔ آپ
 غور فرمائیں کہ مجھے اپنے اشتغال سے کہاں فرصت جو میں اس بیوجہ عامہ فرمائی میں
 مبتلا ہوں۔ ہاں اگر آپ اطمینان خاطر چاہتے ہیں تو غریب خانہ پر شریف لے آئیے
 اور کل اعتراضوں کا جواب سن لیجئے۔ اور مجھے تو اس پر تعجب آتا ہے کہ آپ جیسا غم
 اور زمانہ شناس ایسے پوچ و پھر اعتراضوں کا جواب لکھنے کے لیے استعد کیوں
 کرتے کرتے؟ حالانکہ منشی پیارے لال رونق نے مجھ سے خود کہا تھا کہ انور صاحب نے
 اعتراضات دیکھ کر کہا کہ کل اعتراضات مہل ہیں۔ ہاں میں اب سمجھا آپ تو جملہ اعتراضات
 کو مہل جانتے ہیں مگر معیت جن کی تسکین خاطر چاہتے ہیں۔ مہربان یہ امر میرے اور
 آپ کے بس کا نہیں ہے۔ اپنا دل کسی کے دل میں نہیں ڈالا جاسکتا یہ جو کچھ معرض تحریر میں
 آ رہا ہے اس سب کا جواب کا لئس لئس ہو سکتا ہے۔ فرمائیے! معترض اگر یہ فرمائیں تو
 میں آپ کیا کر سکتے ہیں؟

احمد سعید طالب علمی عنہ۔ اولیٰ فاسم جانی۔ ۲۹ فروری سنہ ۱۹۱۱ء

جواب الجواب

کیا لطف جو عنیہ پر وہ کھولے
جادو وہ جو سر پر چڑھنے بولے

پنڈت برجواہن صاحب دنا تریہ کیفی دہلوی نے نومبر ۱۹۰۷ء کے "کمال دہلی" میں جو اہم ترین
میرے ناچیز مفتون "زبان دہلی" پر کیا ہے اُس کا جواب میں خود دیئے کی بجائے جناب
کیفی ہی کی زبان سے دیتا ہوں۔ وہ خود بنظر انصاف دیکھیں اور ناظرین کمال بھی۔
خیر مقدم گرامی میں جو منظوم ایڈریس جناب کیفی نے پڑھا ہے اُس کے یہ چار شعر میرے
جواب کے لئے کافی ہیں۔ ملاحظہ ہوں ۷

وہ فضائل اب کہاں ہیں ہند کی تہذیب میں جن پشرون و غرب کی اقوام قربان ہو گئیں
اب رہے باقی ادیب اگھے۔ نہ وہ علم ادب سب میرانی ٹھکلیں زمین طاق لسیاں ہو گئیں
ہے نواسخ آجکل سن لو گرامی کو کہ پھر نغمہ بلبل سے خالی بوستاں ہو جائے گا
کہتے ہیں اک تازہ لٹریچر بنا ہونیکو ہے دیکھتے ہیں ہم کہ یہ فن ہی فنا ہونیکو ہے
اگرچہ اپنی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ و جملے نہ ہوئے ہوں تو غیروں کی زبان سے
جو میرے طرفہ ماہیں نہ آپ کے بلکہ خالگتی کہتے ہیں، میرے خیالات کی تائید ہی شہادت سن
لیجئے۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء کے "فصح الملک" میں میرے شفیق کرم و دوست حضرت آسن ماہر دہلی
نے حضرت بلال نور اللہ مرقدہ کی وفات حسرت آیات پر دو تاریخیں لکھی ہیں۔ ان میں
سے ایک کو میں اپنے خیالات کا بعینہ عکس سمجھ کر شامل شہادت کرتا ہوں ۷

افسوس کیوں نہ کیجئے دنیا کے کال پہ خالی وہ ہوتی جاتی ہے اہل کمال سے
پیدائش بشویش کمی گو نہیں۔ مگر عالم ہے ہو کا علم کے قطعہ الرجال سے
میں جب قدر علوم و فنون قدیم ہائے سب مٹتے جاتے ہیں نہ ہی چال اہل سے
ہے یوں تو معلوم ہر اک علم میں علمی نقصان شاعری کا سوا ہے نہ ال سے
شاعر اگرچہ اب بھی ہیں سو میں بچا نوے بے بہرہ لیکن انہیں ہیں کہ شہر کمال سے

سدا و تمیر و ذوق کا کیا ذکر کیجئے
 کل تک امیر و داغ جو تھے ہم میں یہاں
 باقی رہا تھا ایک دم حضرت جلال کا
 ثابت ہوئی کہ داغ نے کی مٹی یہ آرزو
 وہ آرزو بر کائی پس مرگ یوں کہ آب
 کے موت ! اب ہمیں بھی کوئی راہ تو بتا
 انوس شاعری کا بہت غیر حال ہے
 تاریخ انتقال کہوں احسن اور کیا
 دسمبر ۱۹۱۷ء کے ”زمانہ“ میں ایڈیٹر صاحب زمانے ”کمال دہلی“ پر ریو یو کرتے
 ہوئے یہ فقرہ ابتدا ہی میں لکھا ہو کہ ”دہلی کی شاعری کے قاسب نیم جان میں جان ڈالنے
 کی نیت سے نکالا گیا ہو“ جو میری ناچیز تحریر کا زبردست مؤید ہے۔ میں یہیں تک
 لکھنے پایا تھا کہ ۱۴ فروری ۱۹۱۷ء کا آگرہ اخبار مجھے ملا۔ قلم کو ہاتھ سے رکھ کر میں نے
 اسے کھولا اور پڑھنے لگا پڑھتے پڑھتے حضرت عیش کی غزل پر میری نظر جم گئی اور
 میں تائیدی سے پھولا نہ سما کیا کہ اس غزل میں بھی ایک نہیں دو نہیں پورے سات
 شعر میرے مختصر مضمون کی تائید میں نکل آئے جن کو میں بعد شکر یہاں نقل کرتا ہوں۔
 کیوں نہ مردہ ہو بغیر اسکے زبان دہلی
 داغ کے دم سے تھا جو کچھ کہ تھا دلی کا بیج
 تھا جو اک تیغ سنور تو سند بار اوہ بھی
 رونا آجائے نہ کیوں دیکھ کے گلو یوں کو
 یہی دلی تھی جو دلی تھی زبان زو سب کی
 کون اب نوہ کرے کون منائے ماتم
 ہائے یہ قصہ غم ہائے یہ افسانہ درد
 مقتدر ناظرین ! ان حق بجانب اور مبنی برواقیست اشعار کے ساتھ میرے مضمون کے
 ان کا تو عہد محو ہوا ہے خیال سے
 انکو بھی دیکھتے نہیں اب چند سال سے
 وہ بھی بچار مانہ اجل تیرے بال سے
 ملتے امیر احمد و سید جلال سے
 نینوں وہ مطمئن ہیں غم انصال سے
 کہ تک ملیں گے داغ و امیر و جلال سے
 اللہ ہے جواب وہ بچے ایسے حال سے
 بکس سخن ہے مرد و وصال جلال سے
 شاعر گوئی تو ہے کیا داغ تھا جان دہلی
 شان والا رہا کیا رہے شان دہلی
 ہاے اب کس سے چلے نام نشان دہلی
 جو بہار ہے یہی تو ہے خزان دہلی
 یہی دہلی ہے نہیں حبہ گمان دہلی
 مر گئے وہ تھی جو تھے مرثیہ خوان دہلی
 رونا آتا ہے مجھے سن کے بیان دہلی
 (ابرا)

ہیڈنگ کا شعر (جو کل مضمون کا آئینہ ہے) بھی پڑھیے اور انصاف کیجئے کہ جب انہی کے اعتراضات کس درجہ وقوع اور وزندار ہیں۔ عنوان کا شعر اگر آپ کو یاد نہ رہا ہو تو میں بغرض ”قول فیصل“ پڑھے دیتا ہوں۔ ہائے سنئے اور دل پکڑ کر سنئے کیا کروں اپنی زباں سے میں بیان دہلی
 مسٹ جی، راج رواج جی جو زبان دہلی
 راقم ستیدہ دلگیر۔ اکبر آبادی۔

مشرقی سوماٹر کی بست پرست قومیں

(گذشتہ سے پیوستہ)

ان دونوں قوموں کی مشابہت تمکا کی قوم سیمنگ سے ملتی جلتی ہے لیکن بال صرف سر کے پچھلے حصہ پر بھی صورت کے ہوتے ہیں حالانکہ پیشانی کے بال بالکل نکھرے ہوئے جس سے پایا جاتا ہے کہ یہ دونوں قومیں ”نگریٹو اگٹ“ کی آمیزش سے پیدا ہوئی ہیں اور یہ آمیزش موجودہ زمانے تک بالکل پوشیدہ تھی۔ لیکن اب اسکی نسبت کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ چند ہی ماہ ہوئے ہیں کہ سیالک میں قوم اگٹ کی بستیوں کو دیکھنے سے اور بارہ کس کے حالات دریافت کئے گئے ہیں ان میں سے تین آدمیوں کے سر کے بال قوم جیکن کی طرح صاف اور ملائم تھے لیکن ایک کے بال کٹے ہوئے تھے جسکی وجہ سے اسکی پیمائش ہنسکی اور سات آدمی ایسے تھے جن کے قد بہت لمبا اور سر کے بال بکھرے ہوئے قوم ”پنیہ اگٹ“ کی نسبت انکے سر کی پیمائش میں بڑا فرق تھا یعنی انکے سر کے حلقے ۱۳.۲ انچ سے ۱۸.۰۴ انچ تھا۔ قوم سیالک اگٹ کے ایک آدمی کے سر کے بال بالکل سیاہ بھی دیکھنے میں آئے ہیں جس کا جسم بھی بہت سیاہ تھا لیکن قد ۱۵.۵ انچ اور سر کا حلقہ ۱۱.۵۲ انچ تھا +

افسوس ہو کہ اس ملک میں عورتوں کے ناپنے کی ممانعت نہ ان ملکوں میں مغربی ملک کی نسبت عورتیں اپنے ذاتی سلوکوں سے مردوں کی زیادہ دلگہبانی اور خاطر و زاری کرتی

ہیں۔ یہ عام طور پر مسئلہ امر ہے کہ جس شخص نے کسی مرد کو ناپ لیا ہر وہ پھر اُس پر پتھر فینچہ رکھ سکتا ہے۔

قوم اکٹ کے لوگ کاشتکاری کے زیادہ مشاق نہیں بلکہ اس بات کو اچھا سمجھتے ہیں کہ ماہی گیری اور شکار سے اپنا پیٹ پالیں۔ انھیں عیش و عشرت کے لئے صرف چند چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے یعنی کپڑا۔ کلہاڑی۔ چاقو۔ تباکو اور پان۔ جسکے وہ بہت ہی مشتاق ہیں۔ یہ سب چیزیں وہ اپنے جنگلوں کی پیداوار یعنی تہید۔ ربڑ اور روم وغیرہ کے تبادلوں میں حاصل کرتے ہیں اور تمام قسم کے جانور یعنی بندر۔ چمگادڑ۔ چھمکلی اور فاختہ وغیرہ کھا لیتے ہیں۔ ہندوؤں کے شکار کرنے میں وہ چھکنی کا استعمال کرتے ہیں اور دیگر جانوروں کو جو انکی خاص خوراک ہیں کنہ سے پکڑتے ہیں۔ لیکن ماہی گیری میں کمال درجے کے ماہر ہوتے ہیں۔ یعنی طو با کی جڑ سے پانی کو زہر دار کر دیتے ہیں جب یہ جڑ پانی میں گھلتی ہے تو تمام پانی پر دودھ کا سا سفید رنگ آ جاتا ہے جسکے اثر سے مچھلیاں بے ہوش ہو کر پانی کی سطح پر آ جاتی ہیں جہاں انکو تلم یا چھکنی سے پکڑ لیا جاتا ہے لیکن بعض اوقات ایک چھڑی کے ساتھ پھندا بھی استعمال کیا جاتا ہے اسکے علاوہ چھوٹے چھوٹے دریاؤں میں نہایت تنگ اور وسطیٰ فاصلہ چھوڑ کر روہاں جنگل لگا کر ان جنگلوں کے عین وسط میں چبوترے بناتے ہیں اور وہاں مچھلیاں پکڑتے ہیں۔ عام طور پر وہ کسی قسم کے کانٹے بھی استعمال کرتے ہیں جو دیگر جزیروں میں بھی برتنے جاتے ہیں لیکن عام طور پر ان کا طریق شکاریہ ہے کہ دریا کو بید کے درختوں کے بونے سے بہت ہی تنگ کر دیا جاتا ہے جہاں مچھلیاں پھانس لی جاتی ہیں۔ یہ لوگ اُس وقت مچھلی کو کھاتے ہیں جب وہ نصف سے زیادہ مٹر جاتی ہے۔

یہ لوگ جس درخت کی کاشتکاری کرتے ہیں وہ صرف ایک بار وضع دانہ دا بھل والا درخت ہوتا ہے جسکو انکے زبان میں میٹھی اوکا کہتے ہیں۔ لیکن اُس کو بھی وہ وقت پر نہیں بوتے نہ ہی اپنے بادشاہ کے تلمیذ ہی حکم کے ہوئے پر بھی چاول کی کاشت کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو مذہبی ضرورتیں بہت کم پڑتی ہیں۔ یہ سمجھ رہے کہ اب انکے خیالات کی قدر جو شیلے

ہو گئے ہیں مگر یہ سب میلے والوں کا فیض ہے۔

اگر قوم اکٹ کے باجوں کی بابت پوچھا جائے تو صرف ڈھول سہ باب۔ بین کاری کھینچ
میں آتے ہیں یہ رباب دیگر ملکوں میں بھی موجود ہیں مگر اس قوم کے رباب خاص قسم کے
ہیں یعنی رباب کے ڈورے اتنا س کے پتوں کے بنے ہوئے ہوتے ہیں ان کے کاس کا
ڈھول جو نصف ناریل کے خول کا ہوتا ہے ایک پھلی کے خار دار چترے سے منڈھا
ہوتا ہے۔ قوم اکٹ کے باجی میل ملاپ کی مجالس کا انعقاد غیر ضروری ہوتا ہے مگر انہی
المجلسوں کو نظر انداز نہیں کیا جاتا۔

چونکہ پیئیبیہ کے قریب ربر کی کاشتکاری ہے اس لیے شاو سیک نے دریائے
منڈا کو اس جگہ سے ہاکھل بٹا دیا ہے تاہم موسم گرما میں دریا اس قدر ہوجاتا ہے کہ اس
میں صرف ایک بڑے درخت کی ساختہ چھوٹی کشتیاں چلائی جاتی ہیں۔ اس طرح دریائنگ
ہوتا ہوا آخر کار جھگل میں معدوم ہوجاتا ہے۔

سوامٹرا کے نق ووق صحرائیں صرف ہاتھیوں کے نقش پا کے ذریعے آدمی
چل پھر سکتا ہے۔ جس جگہ نقش پا نہیں ہوتے وہاں راستہ کو کلباڑیوں یا بڑی
چھڑیوں سے کاٹا جاتا ہے اکثر یہ راستے گرے ہوئے درختوں کے نیچے آکر گھنٹوں تک
معلوم نہیں ہوتے اس موقع پر وہ مزدور واقعی تھین کے مستحق ہیں جو ان درختوں کے
جلالے کا سامان اپنی پیٹھی یا سر پر اٹھا کر مسافر کو ان تنگ راستوں سے آسانی لچاتے
ہیں جہاں بغیر اس کے ناواقف آدمی ہر قدم پر ٹھوکر کھاتا ہے۔ سب سے زیادہ اس وقت
دقت پیش آتی ہے جب سکائی کی بستیوں میں جانا ہوتا ہے۔

قوم سکائی کے لوگ اپنے گاؤں (کیپونگ) کو سورہا سٹی۔ شیر۔ اور دیگر جنگلی جانوروں
سے بچانے کے لیے اپنی بستیوں کے ارد گرد بڑے بڑے درختوں کا ایک ترچا احاطہ
کر رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر ایم۔ موزو کو ووسکی تحریر کرتے ہیں کہ اس احاطے سے گزرتے
وقت بلا کا سامنا ہوتا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم گاؤں میں داخل ہوئے تو ہم لوگ
ہماری جنسی صورت دیکھ کر وہاں سے بھاگ گئے صرف ایک دو بوڑھی عورتیں ہماری

پیشوائی کے لئے وہاں رہ گئیں۔ لیکن ہمارے ایک رہنما جو سیالکاسا جنت میجر تھے اور عام طور پر لوگوں میں نامور باوقار گنا جاتا تھا، کے بلائے پر سب واپس آ گئے اُن میں سے تقریباً ایک سو تراسی آدمیوں کی پیمائش سے معلوم ہوا کہ اُن کے سر کا حلقہ ۷ سے ۸۔۳۱ انچ تک ہے اور دریا ئے منڈا کے بائیں کنارے کے باشندوں کے سر کا حلقہ ۷۔۷ اور ۷۔۶ انچ کے درمیان تھا۔ اور موضع کیمپونگ پامو کے باشندوں جو میلے والوں سے قریبی رشتہ داری رکھتے ہیں، کے سروں کے حلقے ۷ اور ۷۔۸ انچ کے درمیان پاسے گھمے ہیں۔ ان لوگوں کے سر کے بال پریشان لیکن اکثر بہت ہلکے اور بے ناک چوڑی اور موٹی اور آنکھیں اندر کو جھکی ہوئی اور سیاہ مائل بھوری اور اکثر نصف بند۔ دہن لمبا لکڑھونٹ پتلے اور ان کے دونوں طرف ترچھی لکیریں ہوتی ہیں اور پکا ہونٹ اکثر نیچے کے ہونٹ سے زیادہ پتلا ہوتا ہے تاہم بالعموم سب کا ایک ہی صلیبہ پایا جاتا ہے۔ یعنی پیشانی لمبی اور قدرے پیچھے کو ہٹی ہوئی اور اسی طرح مٹھوڑی لیکن زیادہ سخت۔ چہرہ چوڑا اور قدرے مربع شکل کا۔ ریش حسب دستور بالکل ندارد ہوتی ہے۔ تین آدمیوں میں سے ایک آدمی ایسا بھی دیکھا گیا ہے جسکی مٹھوڑی کے نیچے اور منہ کے کناروں پر صرف مٹھوڑے مٹھوڑے بال تھے۔

قوم سکائی کے آدمیوں کا قد ۱۵۶-۱۵۷ اور ۱۵۷-۱۵۸ انچ کے درمیان پایا گیا ہے اور انکی نسبت عام کانیاں ہے کہ وہ قوم اورنگ اکٹ کے آدمیوں سے دراز قد کے ہوتے ہیں لیکن اس میں بھی بڑا فرق ہے ان کا قد ۱۴۴-۱۴۵ اور ۱۶۸-۱۶۹ انچ کے درمیان ہوتا ہے اور یہ اختلاف سکائی کی آٹھوں قوموں میں یکساں پایا جاتا ہے۔ البتہ قوم سکائی اور اکٹ کے جسمی رنگ میں ضرور فرق ہے لیکن بالعموم میلے والوں کے جسمی رنگ سے زیادہ ہلکا اور آواز بھی دھیمی اور خوشگوار ہوتی ہے۔

سیلون کی قوم ویدا کے آدمیوں کی صورت نہایت عجیب مہم کی ہوتی ہے اس قوم کی عورتوں میں مردوں کی نسبت پیشگوئی کا مادہ زیادہ پایا جاتا ہے۔ ہیگن اور مارٹن قوم کمبو۔ اور سنوئی کے پاؤں میں ایک خاص انوکھا پن ظاہر کرتے ہیں جو

قوم سکائی کے پاؤں میں بھی موجود ہے یعنی ان کے پاؤں ہموار پشت پا قدرے گہری اور خطوط باطل سیدھے اور یہی پاؤں بڑے بھاری بوجھ کو برداشت کرتے ہیں۔ انگوٹھا دوسری انگلی سے زیادہ فاصلہ پر اور الگ ہوتا ہے باقی کی چاروں انگلیاں قدرے اندر کو جھکی ہوئی ہوتی ہیں۔

قوم سکائی کے لوگوں میں جہانی امراض بہت پائے جاتے ہیں۔ یعنی خارش اور جوڑوں کے درمیں ۸۰ سے ۹۰ فیصد تک ہمیشہ مبتلا رہتے ہیں پہلے وقتوں میں روکن کی سکائی قوم انکو اپنی اولاد نہیں سمجھتی تھی۔ جنکو یہ بیماریاں لاحق ہوتی ہوں۔ ان بیماریوں یا دیگر بیماریوں کے لئے انکے پاس کوئی علاج نہیں۔ جب کوئی آدمی بیمار پڑتا ہے تو کسی جادوگر سے صرف افسوں کر کے یا رکو اسکی اپنی حالت پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جس سے یا تو مرلین صحتیاب ہو جاتا ہے یا مر جاتا ہے۔ ان جہانی بیماریوں کے علاوہ وہ اپنی غلاظت کے سبب اور بیماریوں میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اندرونی امراض میں سب سے زیادہ دھچک اور بلیریا اور سنگ ریزہ کی بیماری بہت پھیلتی ہے۔

قوم سکائی کے لوگوں کی عمر بھی بہت زیادہ نہیں ہوتی۔ یعنی کوئی شخص شاذ و نادر ہی ساٹھ برس سے زیادہ کا ہوتا ہے۔ جب کوئی مرتا ہے تو اسکو ایک المیہ گہریاں رکھا جاتا ہے۔ پھر اس کے رشتہ دار آگے میں اور ان میں سے بہت بوڑھے کوئی اپنے سروں سے خون نکال کر غفور اس خون اس لاش پر چھڑکتے ہیں۔ تب اس کو ایک قبر میں ڈالکر اوپر سقف باندھ دیتے ہیں۔ موجودہ زمانے میں ان لوگوں کی قبروں کا اندرونی حصہ سیلے والوں کی قبروں کا سا بنایا جاتا ہے۔ یعنی ایک سیٹا تختہ لاش پر تر چھار لکھ کر ڈالا جاتا ہے۔ اس قوم میں یہ بھی رواج ہے کہ مردہ شخص کی عورت اور اس کے بچوں کو قبر کے پاس آگ جلا کر برابر تین دن وہاں بیٹھا پڑا کر اگر کوئی بزرگ مر جائے تو اسی طرح سات دن تک بیٹھا پڑتا ہے یہ لوگ مردہ شخص کی قبر پر سجاوٹ کے لئے علم مساحت کی معمولی شکلیں لکھ دیتے ہیں۔ جن سے کوئی

خاص معنی ظاہر نہیں ہوتے۔ اور پھر قبر پر کسی برتن میں یا ویسے ہی کچھ تیار ہچکا کر رکھ دیتے ہیں۔ اس نیاز والے برتن کو ان کی زبان میں ”ازھر“ کہتے ہیں۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ قوم سکائی کے لوگ مردہ عورت کی جائیداد میں سے اچھا حصہ اسکی قبر میں رکھ دیتے ہیں چنانچہ ایک قبر کے کھودنے سے تین برتن کچھ چاتواں چھڑیاں ایک ڈالرتا بنے کی انگوٹھیاں اور چڑیاں اور ایک پانڈان مع سامان متعلقہ کے برآمد ہوا تھا۔ اسکے مقابلہ میں مرد کی قبر میں صرف ایک چاتواں ورتا بنے کا ایک پیسہ رکھا جاتا ہے۔

شادی کے موقع پر کوئی رسم نہیں کی جاتی۔ پہلے وقتوں میں لڑکا اور لڑکی آپس میں خود ہی ہم بستری کر لیتے تھے اور جب لڑکے کے والدین کو خبر ہو جاتی تو صرف مٹھائی کا ایک تھال لڑکی والوں کے ہاں بھیج دیا جاتا جس سے شادی کی تکمیل سمجھی جاتی۔ اب یہ رسم ہے کہ لڑکی کی والدہ سے پہلے دریافت کیا جاتا ہے۔

قوم سکائی میں کثیرالازدواجی کا زیادہ رواج نہیں۔ البتہ عورتوں کو طلاق حاصل کرنے میں پوری آزادی ہے۔ جس سے ایک عورت اپنی زندگی میں آٹھ یا دس خاوند خود کر لیتی ہے عورت کو ہر وقت اختیار ہے کہ جب چاہے اپنے خاوند کو گھر سے نکال دے مگر مکان نیچے اور گہر کا اسباب سب عورت کی ملکیت سمجھا جاتا ہے۔ مرد بھی عورت کو طلاق دے سکتا ہے۔ لیکن اگر اس نے اپنی عورت کے لیے کوئی مکان نہ بنوایا ہو تو پھر اسے سکھو وہ تمام اخراجات ادا کرنے پڑتے ہیں جو عورت والوں نے اس وقت تک کیے ہوں شادی کے باہین حسب دستور خاوند اور عورت آپس میں وفاداری کا دم بہرتے ہیں۔ تاہم معمولی وجوہات سے بدگمان ہو کر مرد کی طرف سے عورت کو مار پیٹا ہوتی رہتی ہے (باقی آئندہ) **راقم سردار۔ امرتسری**

مغربات بدی کرشن۔ یہ کتاب فن فوٹو گرافی میں بے نظیر ہے۔ یہ جسکے معائنہ سے ہر شخص بلا مدد اسناد اس فن کو حاصل کر سکتا ہے۔ قیمت در فیضیہ مع معمولی۔
فروع عروص۔ علم عروص کا جامع و کامل نسخہ جس سے علم عروص و قوانین پر پوری جہارت حاصل ہو سکتی ہے۔ قیمت ۸۰ (ہر دو نسخہ دفتر کمال سے مل سکتے ہیں)

ایطار

جناب شاد میرٹھی نے جو ایطار آٹھ جلی کی اپنے قابل رقیمتوں میں تشریح کی جو واقعی سالہ ہذا کے ناظرین کی تعلیمات وسیع کرنے کے لئے ایک اچھا ذریعہ ہے لیکن چونکہ فی زمانہ اکثر اصحاب اس پر زیادہ توجہ نہیں دیتے ہیں اور یہ عجیب اب اس نظر سے نہیں دیکھا جاتا کہ بیشتر محسوس کیا جاتا تھا۔ کیونکہ اکثر رسالجات میں ایسے قوافی پائے جاتے ہیں۔ لہذا جسے بھی ان کی پیروی کی۔ دوسری بات یہ کہ اگر ایک خفیف عیوب کی وجہ سے اشعار داخل رسالہ نہ کیئے جائیں تو چارے شاعروں کی دنیوی سوزی کا نمبر کس پر پڑے گا۔ ہاں لیکن اس مضمون کے کچھ سینے سے گزرتی شعرا اس سے اجتناب کرنے لگیں گے تو کلام بے تپ ہی ایسے عیب سے پاک ہو جائیگا۔ اور اگر ہر بھی شاعر دانا در کسی سہلہ کھارے تو وہ شعر داخل مکتبہ نہ ہوگا لیکن بعض ایطار ایسے بھی ہیں جو نظر انداز کر دیئے جائے کہ قابل ہیں اور وہی نظر انداز کئے گئے ہیں۔ ہمارے خیال میں اس قسم کی فیود سے شاعری کا دائرہ وسیع نہیں ہو سکتا۔ (ایڈیٹر)

رسالہ فصیح الملک ماہر سیرہ اور گلستانہ کمال دہلی ان سربراہ اور دہرچوں میں قیامی درجہ رکھتے ہیں جسکا اجر اور محض زبان اردو کی ترقی کے لیے عالم ظہور میں کیا ہو چاہیے ان ہر دو معزز صحیفوں کے ایڈیٹر بھی حضرت جن ماہر و می اور جناب رونق صاحب و شیدا صاحب ہومی جیسے قابل بزرگوار ہیں تاہم دسمبر کے اشباع دیکھنے سے مجھے اس امر کا اندازہ بخوبی لگ گیا ہے کہ یا تو یہ اصحاب اندراج غزلیات کی وقت محض تھا سے کام لیتے ہیں۔ اور یا یہ بات یہ کہ شعراء کے کلام موصولہ کو ملاحظہ ہی نہیں فرماتے بلکہ مجتہد کاتب کے حوالے کر دیتے ہیں ورنہ یہ ناممکن ہے کہ غلط اشعار اشاعت پذیر ہو سکیں فصیح الملک کے حصہ نظم میں سب سے اول جناب مولوی حاجی علی صاحب دہلی صاحب لاٹ لاٹھو کی ایک غزل درج ہو چکے قوافی منوہا نا۔ مگر جا نا۔ اور جا نا۔ اور جا نا۔ وغیرہ ہیں مگر مطلع ملاحظہ ہوئے تلاش رزق کی خاطر ادھر جا نا اور جا نا۔ مقتدر ہیں جو لکھا ہو وہی پانا جو جا نا۔ مندرجہ بالا قوافی کی غزل کے مطلع میں ”جا بہر تیرا دھر“ کے خانیہ ضم کرنا

ایک ایسی فاش غلطی ہے جس کا مولانا حامد جیسے لائق شخص کی ذات والا صفات سے سرزد ہونا گوارہ کھنوی ہی ہوتی ہے اس کے خلاف امید ہے۔ اس طرح رسالہ کمال میں اس مرتبہ بعض اشعار اسی عجیب سے بھرے ہوئے نظر آتے ہیں مصرع طرح یہ تھا ”رہا کب خورشید ہے سایہ تری دیواروں کا“ حسب ذیل اشعار خاص طور سے ملاحظہ طلب ہیں۔

جہاں دیکھو وہاں جمع ہے سنگاروں کا (راد) کوئی پرہیز نہیں کجبت دل انگاروں کا
مشرقی ایک زمانہ ہے طرح داروں کا (شوق) بھیڑ لوگوں کی ہر جمع ہے خریداروں کا
شہرہ بازار میں سن کے طرح داروں کا (مجم) حوصلہ اور بڑھا آن کے خریداروں کا
دلیروں میں عجب انداز ہے عیاروں کا طالب آنکھ جب چوک گئی مال ہوا یاروں کا
کمال افسانہ الملک میں ایسا کلام دیکھ کر دو کے ہی خواہوں اور قواعد فن سخن
کے پیروکاروں کو حجت و قبح و افسوس محسوس ہو وہ کہ ہے بالخصوص آواز کردہ مطلع
اور بھی بڑے قابل ہیں۔ کیونکہ ان میں سے ایک تو ہمارے قدیمی غایت فرما دہ قابل
مکہم جاب نقی تھا دہلوی مخزن تلامذہ و یادگار حضرت علامہ سید مہر موم کے شاگرد حضرت نجم کی تصنیف
سے ہے جو ایک لائق و فاضل شخص کے شاگرد جو کچھ کہنے کے علاوہ خود دہلوی بھی ہیں
مگر افسوس ہے کہ وہ بے اصلاحی غزل طبع کر کر دہلی اور استادوں کے کمال پر بڑے گناہ چاہتے
ہیں۔ چونکہ ان کے بغیر و کجا مانہ سلطانی کا دوسرا مطلع منشی دانا ایک پرشاد صاحب طالب
بنارس کی قلم سے نکلا ہے۔ طالب صاحب صرف ایک پڑانے والا استاد ہی نہیں بلکہ شاعر
ذخیل اور عاشقانہ دونوں مذاق کا کلام لکھنے والے بھی ہیں۔ ہم پندرہ سولہ سال سے
ان کا کلام بلاغت نظام اکثر صحائف میں دیکھتے ہیں۔ کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ ایک ایسا
کہنہ شوق شاعر بھی جو صلیح الملک داغ دہلوی کا نام لیا ہو عیوب شاعرانہ کو نظر انداز کرے
یعرب جوان پانچوں مطالعوں میں اظہار کہلاتا ہے جس پر میری خواہش ہے کہ ایک مختصر سی
بحث معرفت پر کروں (۱) اظہار کے لغوی معنی کسی ایک شے کو ابھارنا اور دوسری کو پامال کرنا ہے
فاسی میں اسے شاہ لگاں (یعنی لگانا) کہتے ہیں اس کی کئی قسمیں ہیں جیسا کہ فردا فردا ذکر کرنا مناسب
معلوم ہوتا ہے (۲) اظہار صرف مطلع میں ہوتا ہے اور قافیہ کے اعادہ کرنے یا کر لانے کو کہتے

(امراہم سہ نس)
اپنی
(مارچ)

ہیں ایطار بھی کا مطلب یہ ہے کہ نکھار تو فانی ظاہر ہو مثال کے طور پر صاحبزادہ شیراز پوری دہلی کا
 مطلع پیش کیا جاتا ہے اسے مزا کسی پہ تھارا جو آئے دل پہ میری طرح سے تم بھی کہو ہائے ہائے دل
 اگرچہ ہائے ہائے میں بھی آئے "موجودہ ہو مگر وہ ہائے ہوز سے ایسا مخلوٹا و مشترک ہو گیا ہے کہ قطعی
 معلوم نہیں ہوتا چنانچہ یہ نکلنا جائز تسلیم کی گئی ہے کہ اب اور کلاب اور خریداریوں اور آروں وغیرہ تو فانی
 بھی اسی ذیل میں ہیں (۳) ایطار جلی یعنی ظاہر کا نشانہ ہے کہ رومی کسی ایسے حرف کو کہیں جو ہونے
 ہو مثلاً علامت مصدر یا مضارع کو رومی بنائیں جطرح جانا اور کہنا یا آئے اور سوئے وغیرہ (۴) ایک
 قافیہ دونوں مصرعوں میں آئے تو وہ ایطار جلی اور نا جائز ہے الا اگر وہ لفظ دونوں جگہ مختلف معنی رکھتا ہو
 تو جائز بلکہ داخل صنعت ہو مثلاً رخ روشن تھا را کوئی کیونکہ دیکھ سکتا ہے کہ اگر خورشید حیراں ہو تو
 آئینہ کو ستارہ ہے اس غزل کا قافیہ سخاۃ سخاۃ بچکنا۔ سر کتاب ہے مگر مطلع میں ایک ہی لفظ دونوں جگہ
 لایا گیا ہے چونکہ مختلف معنی رکھتا ہے اس لیے صحیح بلکہ صنعت ہے (۵) تکرار قافیہ معلوم۔ اسکی دو اقسام
 ہیں ایک ترقیبی اور دوسری تجلیلی۔ ترقیبی وہ ہے کہ قافیہ ثانی دو الفاظ سے مرکب ہوے لا اھم
 رخ پہنچاتی ہے فرقت میں کلانی مجاہدہ آجکل کیا نہیں مدت سے کل آئی مجاہدہ (۶) تجلیلی اسے
 کہتے ہیں کہ ایک لفظ کے دو ٹکڑے کر کے ایک کو داخل قافیہ اور دوسرے کو شامل رویت کر دیں مثلاً
 میرٹھی بعد مردن مری رسوائی کا چرچانہ ہوا، رخ و دم ساقدارے دفن میں تنہا ہوا، چشمہ شاد
 کہاں آؤں سر سودا کیا ہوا شہ دل کے لیے یہ بھی اکا نشانہ ہوا (۷) اگر قافیوں میں ایسے الفاظ ہوں
 جو صیغہ واحد سے جمع کئے گئے ہوں تو ہمیشہ اس امر کا خیال رکھنا چاہیے کہ دونوں قافیہ ایک سے ترا
 کے ہوں اگر ایک مرکب اور دوسرا مفرد ہو گا تو ایطار سمجھا جائیگا جس طرح کمال کے اسی نمبر میں مندرجہ
 ذیل مطلع کا خلاصہ ہے اس کا اب تمام پطواریوں کا یہ بوجھ سر پر ہے پھرتے ہیں گنگاروں کا یہ
 اس میں طواری مفرد اور گنگار مرکب ہے، بدراکیر آبادی کو کون محضر ہیں طرف ارتھ بچاروں کا یہ پردہ
 رکھتا رہی جست لے گنگاروں کا یہ اس مطلع میں بھی ایطار ہے کیونکہ دونوں قافیوں کے صیغہ
 واحد میں (دچارہ و گنگار) مختلف شکلیں ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میرے لائق دوست جناب اختر
 سہانپوری نے ایک غزل مسلمانوں کا عربانوں کا "وغیرہ تو فانی میں نکھر مغربین صلح اپنے نشانہ
 ہوا رقم الدہ مولانا طہیر دہلوی کے پاس بھیجی تھی جب آپس آئی تو اس میں ایک معلم پر جمیں مسلمانوں

اور پریشانوں کے قوانین تھے) لوٹ ورج تھا۔ مگر میری احترام صاحب نے اس خط کو مجھے بھی دکھایا تھا۔ انھوں نے اسے پڑھ کر مجھے جیڑت حاصل ہوئی کہ مولانا صاحب نے اپنے شاگردوں کو کس قابلیت اور تفصیل و اجال کے ساتھ اصلاح دینے اور فن کے نکتے بتانے میں بلکہ مجھے اس وقت اپنے والد مرحوم جناب جنک یہ بھی کی یاد آگئی اور سخت غم ہوا کہ کاش وہ آج زندہ ہوتے اور میں ان سے کچھ سیکھتا۔ خیر یہ تو جابہ مستند تھا۔ آدمی ہر سر مطلب ملنا ظہر نے اس قسم کی ایطار کو بھی ناجائز قرار دیا ہے لیکن دیگر اساتذہ سلف حال نے جائز ناما کی کیونکہ یہ شعر خفی ہوتا ہے۔ (۹) ایطار کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ اگر قوافی کے حروف روی اڑا دیے جائیں تو یہ دیکھنا چاہیے کہ الفاظ کے باقی ٹکڑے بے معنی ہیں یا با معنی اگر دونوں ایک صورت رکھتے ہوں یعنی دونوں بے معنی ہوں یا دونوں با معنی تو البتہ ہر ایک بے معنی اور دوسرا با معنی ہو تو صحیح ہے یا ہم جملہ مستند اساتذہ و منتقدین و متاخرین کا کلام دیکھنے سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ ایطار بے معنوی کی زد سے کوئی بھی نہیں بچا صرف ایطار صوری اور دہلی قسم کی کوٹھنیا خاد و تار نظر رکھا ہے۔ ہندوستان کا کمال کو بھی اس پر قویٰ مبذول کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

راتھ - شاد میر بھی - از اجمیر

قصیدہ

از جناب شیخ عنایت اللہ صاحب سکندر آبادی - در مدح

عالیجناب کنور بدری کرشن صاحب فرنگ وکیل دہلی

ورئیس عظم سکندر آباد

کہ رشکِ تختہ سوسن بنا ہے غرغریل
دہانِ غنچہ سے فکرِ خدا سے رب جلیل
نگوں نے سر پر فضیلت کی باجگاہیں
زبانِ ببلِ تصور پر پہ ہے قال و قیل
صبا کی چھتر وہ سرور ہی سے طرل طریل

ہے باغ و بہر میں لطف سخن سے یہ تبدیل
ہر ایک قطرہ مشبہ چمن میں ٹپکے ہے
بیاں کیا ہے کہ گلچیں جنہی ہوگا
بجھ گیا ہے نیم سحر سے کیا کوئی گل
وہ عند لب خوش الحان کے چپے ہر جا

سپند با طر عاشق ہزار جان سے ہو
 جلیب کو ہوتا مل اگر دم تشخیص
 ہر ایک شخص کی بے گفتگو فصیح و بلیغ
 گلہائے شیشہ میں چمکی نہ مے میں نلخی ہے
 جو اچھی طرح سے لے۔ بی کو پڑھ نہیں سکتا
 سمجھ میں آیا نہ جب یہ معاملہ۔ اپنی
 بدل گئی ہے مذاق سخن سے لا علمی
 عجب نہیں کہ کنورچی کی گفتگو کا اثر
 یہ سن کے میں نے بھی فی الفوہ کھملا
 بہار شمع بزم کلام و رشک قلیل
 سراپا صدق ہے ایسا تری صداقت پر
 دہن ہو بند یہ نظریہ کو تری شکر
 درعہ الفت میں اگر کوئی عاشق
 پئے ثبوت کچھ اشتعار راز پیش کرے
 ہر ایک مصرع کے معنی بیان کرے لاکھوں
 سزائے جرم سے زائد سزا لے نہ اُسے
 کہ نولت اسکی جوشن پائیں ہوشان جہاں
 کتاب معنی قانون حافظہ میں ترے
 تزا دماغ بے علم و خرد کا گنجینہ
 جگہ بیاں جہاں میں لے نہ کہنے کو
 بزرگوں میں تو اگر خضر کا ہوسم پہلو
 لکھوں قلم سے میں کیونکر تری صفات کو
 دعا چشم کر لے ترا زہ نقیبہ کے کو

(اشق)

شب وصال سنے گرو صد لے مرغ اہل
 لپک کے بولنے لگتی ہے اپنے نفس اہل
 نہیں گنوار کے لب پر بھی کوئی حرف قلیل
 لگائی قند سخن سے ہر شاعر و سبیل
 خدا کی شان وہ بی لے سے کر رہا ہر دلیل
 تو کی ہمارے یہ فکر سانسے پیش دلیل
 زباں کی قدرت گویائی ہوتی ہے تہلیل
 کر کے بحث جو گونگوں کے منہ سے طول طویل
 کہ جس کو سخن معنی سے کیجئے تاویل
 رئیس اعظم و والا گہر فروغ و دلیل
 اٹھائے شیخ جو صفت نو پار ہی خلیل
 نہ صورت پھونک سکے روز جہانہ زہیل
 گزارے دھرمی ظلم و جفائی چرخ خلیل
 اور اس مقدمہ میں تو ہو مدعی کا دلیل
 ہر ایک معنی کی تو سو طرح سے دے تخیل
 نظر میں خلق خدا کی ہو اس طرح کا دلیل
 تو حکم عاشق جاں بازی کریں تعمیل
 ہیں اس طرح سے کہ جوں شوخی بر تقدیر
 نزا خیال ہے علم و عمل کی اک زمیں
 اگر تو معنی موبہوم کی کرے تفصیل
 تو جو انوں میں تو ایک ہر جوان شکیل
 نہ کچھ علم ہے اتنا نہ میں ہوں بیا عقل
 کہ یہ تو رحمت پروردگار کی ہے دلیل

رکھے خدائے دو عالم ہمیشہ شاد رہتے
 محروم جناب منشی تلوک چند صاحب از ڈیرہ اسماعیل خان
 مرغ دل بھانے کو زلف کا حال چھاپ
 دل کے طالب لڑتے ہیں حسین ہر جانب
 بوالہوس الفت خواں کے حشرے لوگ دیکھ
 تابِ نظار نہیں گو مجھے خود بھی لیکن
 دل میں کہتے ہیں کہ کاش نہ آئے ہوتے
 مطمئن بیٹھ نہ لے راہ رو راہ عروج
 اس سے محروم بڑی روئی میدان سخن
 غالیجناب اب سعید الدین احمد خالص صاحب لکھنؤ ملی جاگیر دار لوہارو
 پھنسا نہیں دل صد پارہ زلف پر خم میں
 ہے تجھ کو نخت و پندار کہو نہ عالم میں
 جو حال اس دل بیخود میں ہم نے دیکھا ہے
 آخر ہے چارہ زخماں میں یار کی جیسا
 شب وصال میں شکی نہیں نہیں ہاں
 ابھی موت کو میری مذمت کیوں کرتے
 اٹھائیں بار محبت جو اس سنگ مر کا
 تجھے ہے چند گہر پر یہ ناز ہے فیاں
 گزر گیا قراوہ اند کیا بیا باں سے
 ہمیں ہے فکر و نا اور سب جفا تم کو
 رضائے و محبت کے جو کو سب برابر ہیں
 سکون پاتا ہے سوزش کے کچھ دل زنجی
 مزاج حضرت طالب کا بھی بڑا ہے

تر اعد و رہے ناشاد و سیاہ و میل
 حیلہ بازی کے بے دانہ خال اچھا ہے
 اسکے لاکھوں ہیں خریدار کہ مال اچھا ہے
 غم و نیا سے محبت کا مال اچھا ہے
 رشک کہتا ہے کہ ایسا ہی حال اچھا ہے
 ان کے آنے سے جہاں کا حال اچھا ہے
 تیرا رہبر ہے اگر خود زوال اچھا ہے
 نظم آرد کے رسالوں میں کمال اچھا ہے
 کہ لعل بڑیے الفت نے تیرے پر خم میں
 کہ زندگی کو تیرے موت کے دم میں
 کہ کیوں نظر آیا وہ ساعتِ جم میں
 نہیں وہ چشمہ حیران و چار و نمزم میں
 مجھے تھا قد بکر مذاقِ پیہم میں
 کہ سو گوار وہ پیٹھے ہیں بزمِ ماتم میں
 نہ تابِ سام میں اتنی نہ زورِ ستم میں
 ہزاروں لعل و گہریاں میں چشمِ پر خم میں
 کہ آہوں کو تکلفِ ہر جست میں رم میں
 یہی تو فرق ہے حقوڑا سا آپ میں ہم میں
 نہ کچھ ہے پیش میں پیشی نہ کچھ کمی کم میں
 ملا دو شور بھی حقوڑا سا آج مرہم میں
 خوشی ہیں رہتے ہیں منوم اور جنم میں

کمال دہلی

مصنع طرح

یہاں ولکی ضرورت ہو یہ باتیں ہیں حقیقت کی

اخلاق۔ جناب سید اخلاق حسین صاحب دہلوی

یہ عبرت کا موقع ہے یہ ہر تصویر حیرت کی
درازی میں منونہ یعنی ہر اک روز قیامت کی
مگر یارب رہے مجھ نظر تیری عنایت کی
ترسے جو رستم کی تیں نے بھی تجھ سے شکایت کی
امیدیں دلیں کھتا ہوں سر ہفتا ان حجت کی
اوہ بھی سوچ آجائے کوئی دریاہ حجت کی
مجھے دعویٰ کر عین ہی جہانیں کی شہرت کی
بڑھاپے میں ہوئی ہو فکر مرنے کی قیامت کی
خدا کا شکوہ کرنا ہے شکایت کرنی قدرت کی
ترسے دے رہے ہیں جو کچھ ملا سپہ قناعت کی
اگر چہ شکر ہے تو بہی کچھ دن عنایت کی
ہوئی مٹی خراب آخر مرے ایمان حسرت کی
نہ غم مجھ کو کسی غم کا نہ شادی ہو مسرت کی

یہ بالکل سچ ہو دنیا جا نہیں ہو پیش و عشرت کی
لکھوں تفصیل کیا اور جہاں شہبازی وقت کی
نہ پورا محکوم دولت کی نہ خواہش کچھ امارت کی
عبث فلک وہ دیر سے آہ و نالہ کا تجھے مجھ سے
اسیر طرہ و گرداب عصیاں ہوں مگر یارب
گنہگاروں کا بیڑا پار کرنا بات ہی کیا ہے
مغضیں شکوہ کہ رسوا کر دیا محکوم زمانے میں
زدکین کھیل میں کھویا جوانی عیش میں کل فی
بشر کو چاہئے شاکر رہے اپنے مقدر پر
نہ پیدا یا کسی کے سامنے تیرے سوا دامن
جہاں سے چچ چوچے عاشقوں کا کھوج کھو گچا
مرا دل کیے تلواروں سے مسل ڈالا شکر نے
رضائے حق پر راضی ہوں ہر اک حالت میں شاکر ہوں

ہمیشہ اپنے کبل کو سوسا سمجھا دو شاے سے	فقیری میں بھی اور اخلاق میں بااِشاعت کی
<p>آئنگہ جناب شیخ عبدالعلی صاحب سہسوانی</p> <p>بہت دشوار غواصی تھی دریائے حقیقت کی عجب شوخی نگاہ ناز میں ہر سرو قیامت کی جبابہ سا نظر آئیں نہ کیوں شش قدموں خرام ناز پر نیچی نظر سے اور تر پایا نصو سے کھنچا نقشہ مرے آئینہ دل میں بہت مشکل ہو بند کیو خدائے حبیب کا پانا جو دیکھا حسن آئینہ میں پنا اس پر یوش نے حسینو! پردہ عفت میں چھپ کر تکر رہنا تھا</p>	<p>ہوئی موج فنا سے آشنائی بجز وحدت کی چمن میں آرزو ہرگز گس نہ تھا کوریت کی کہ سائلوں آسمان موعیں میں دیکھا حقیقت کی نئی شوخی تھاری ہر ادا میں ہر قیامت کی کیا کرتا ہوں گہر بیٹھے زیارت انکی صورت کی یہاں دلی ضرورت ہر یہ باتیں ہیں حقیقت کی سراپا محو ہو کر بن گیا تصویر حبیب کی پیمنہ اور غیر دیکھیں کس قدر یہ بات غیرت کی</p>
<p>آدنی۔ جناب محمد عوص صاحب بلند شہری تلمیذ جناب صوفی</p> <p>شب غم تارے گن گن کر رہے ہوتی ہوا و ہم و کھ دئے جلوہ نور مجھ خواب میں یارب کریں ہم کیوں نہ آدنی سجدہ شکر خدا ہر دم</p>	<p>ہنیں کاٹے سے کتنی جھڑل بات فرقت کی لگی رہتی ہر دم میرے دل کو یاد حضرت کی کہ اُمت میں کیا پیدا ہیں ختم رسالت کی</p>
<p>اختر۔ جناب لاکھنشن چند صاحب دہلوی سابق نائب تحصیلدار راجپوت</p> <p>چرخ داغ دل دیکر بہت ڈوبو نہ ازانے میں نگاہ ناز نے عالم کو دیوانہ بنا یا ہے گر اگر اپنی نظروں سے ملایا خاک میں تم نے مڑپ کر بجز جاناں میں گزارو زندگی اختر</p>	<p>نظر آئی جھلک ہلو نہ ہرگز تیری صورت کی خرام ناز مستانہ نے ہر پا اک قیامت کی وفا کا کیا یہی شیبہ ہر گفت میں عداوت کی کہ تا معلوم ہو جائے حقیقت سوزِ الفت کی</p>
<p>آزل۔ جناب محمد عبدالحمید صاحب تلمیذ حضرت داغ دہلوی</p> <p>نہ رماں کوئی بر آیا نہ کوئی آرزو نکلی رضا جوئی تری یارب ہر مقصد زندگانی کا اگر ہو کاروبار دہر میں تمکب تو کل پر</p>	<p>یہ ہیں ہوں بزم عالم میں کہ اگل تصویر حسرت کی وہ دوزخ میں جے جسکو ہو خواہش باغ جنت کی تو کھوہ چرخ سے کیوں ہو شکایت کیوں ہو جنت کی</p>

ہوا ہون خیر میں سکو پی کر دونوں عالم سے
لیغیں ہر خود بخود ہی کھینچ کے وہ آجائے ہم تک
کسی پردہ نشیں کے عشق کا وہ راز ہی دلیں
نہ چہ راز بنو دیئے ایک دم بھی وقت نظر
اگلی مجھ کو دنیا پر نور و عشق دے اپنا
شکست ساز ہستی پر سنو زنا میری قسمت کا
ہے اٹھوں پہر گردش میں ہم قسمت کے ہاتھوں سے
وفا کی آزمائش۔ امتحانِ اُلفت کا لینا ہر
بہت اچھا ہی میری زندگی غفلت میں کتب کا
نہ دیکھا عمر بھر تھے کبھی مُنہ تنگ دستی کا

بچا رکھی تھی ساقی نے کیسی میری نیت کی
ہم سے جذبہ دل نے اگر کچھ اور ہمت کی
کہ اپنے آپ بھی ہر ضرورت مجھ کو خلوت کی
عبث اس شوخ سے پہنچ نہ ملنے کی شکایت کی
نہ حاجت مال کی کچھ نہ خواہش مجھ کو دولت کی
جو دم دنیا میں گزرا ہر گہری ہوا کی قیامت کی
میتہ آئی عالم میں کہ ساعت بھی راحت کی
ابھی اور بڑھ جائے گہری رنج و مصیبت کی
اور کچھ پویش آتا ہے اور لیتا ہوں ہشت کی
ملا جو کچھ ازل ہر حال میں اسپر فاعت کی

اسد۔ جناب محمد علی صاحب دہلوی۔ تلمیذ جناب سائل دہلوی

بہت سی خاک چھانی تہوں صحرائے غربت کی
مری طاعت پہ زانو عرض میں سکے تقوے پر
گئے ہیں زند روز ابد اور عشر کی خدمت میں
تمھارے ہاتھ سے مجھ پر ہمیشہ ظلم ہوتے ہیں
جناب حضور ہی آئیں نور ستہ بھول جائیگی
ادھر رخسار پر گیسو بکھر کر آگئے اُنکے
حلیت کون لیگا حشر میں ہم بھی تو دیکھیں گے
لگے شکوے نکر ادول مجھے یہ خوف آتا ہے
عدو سے لڑ کے آئی ہے مجھے معلوم ہوتا ہے
سیہ سختی پہ میری بھیتیاں بنے لگیں یعنی
کفن سے خاک چھن چھن کر مری میت پہ گر آئی

جہاں کی میرٹس نے اور جنوں تیری بڑت کی
مجھے خواہش تو تھی ہر تو اسکو جو تربت کی
خدا ہے دیکھئے کس پنظر طرٹی ہے رحمت کی
بھیل یاں سے کہا دیکھی ہیں نہ نکایت کی
گئی ہیں ایسی ایسی پیچ سے راہیں محبت کی
ادھر سودا یاں زلف نے لی خوب ہشت کی
ترے فریاد یوں نے گرداں تیری شکایت کی
کہ باتوں میں گزر جائے نہ ساری رات غربت کی
کچھ ایسی لڑکے بیٹھی ہوں گے گہرات فرقت کی
کلونس اس میں کہاں آگئی ہوں نام و وقت کی
اسد جو فرشت کی صورت بخود صورت ہوئی محبت کی

بشیر۔ جناب بشیر الرحمن صاحب دہلوی خلیف مولوی امواجان صاحب ولی

کھیل حسن اگر میرا نہیں ہوا ہوتا
لگائیں ٹھوکریں صدمہ جلانے کے بہانے
مری قسمت ہو سیدی کیسے جب نہ نہیں ایکا
بدلتا ہے زمانہ رنگ لیکن میں تو جب جانوں
جہاں میں کوئی ہمسایہ اور پر حسرت بتاؤ تو

تو ہم نے دل مجھے دیکر جہاں میں ہی نہیں ہونے کی
اڑائی ہو کر اُسے خاک آخری میری تربت کی
فلک نے ہر قسم میں اس شکر کی اعانت کی
بدلتے وہ شب و سحر میری رات و روت کی
نہ آئی عمر بھر میں جبکی اک ساعت بھی عشرت کی

برق - جناب بیگم بہار لاج بہادر صاحب دہلوی تلمیذ جناب آغا شاعر دہلوی

شباب آتے ہی شوقی نے جیسا اکھٹلے سے رخصت کی
بڑا ہوا دکھلائے اڑائی خاک چاہت کی
یہ کہہ کر اُسے ٹھوکر سے برابر میری تربت کی
چٹھیں نبھیں۔ بوں پر دم ہو۔ تیار ہی رخصت کی
تھاری آنکھ میں ہو ایک خوشی قیامت کی
لگی رہتی ہو ہر دم ٹھوکروں سے فتنہ قیامت کی
ہوئے ہم صنف سے عشق اور تو اوجھا تھا قافل کا
زینے خٹکان خاک کر دے کج مرقہ میں
ذکاؤ حسن اک بوسہ سے رخسار تاباں کا
تصاف کے جتنی آگ میں گرتے ہیں پرولنے
پس مردن بھی جنکو صنعت سے ہستی مستخرج
غم دنیا سے ہم چھوڑے پہنچ کر کج مرقہ میں
جو گر کر بل جھجھکا پر و نہ دل سوخت کوئی
کیا جب کبھی میں نہ بادہ نوش پیتا ہوں
لڑائی جان شیریں کو کہیں نے عشق بازی کیا
چھپا رکھا تھا جگنو سیتی نے برق برے میں

انہیں گیس کے اڑیں اٹھتی جوانی کو طبیعت کی
ہیں تو کیوں ہوا اُسے نکلتی راز الفت کی
کہ اب مٹی ٹھکانے لگ گئی ناکا حشرت کی
خبر لی تھے اچھے وقت بیمار محبت کی
سیہ پٹی پھر اس پر اور پر کالہ گرفت کی
خوام ناز سے وہ گم ہوئی سستی قیامت کی
ہماری سخت جانی نے ہوا باندھی نراکت کی
یہ سونے والے لائینگے خبر صبح قیامت کی
ہم سے دل نے کلینگی دماغیں بڑھتی موت کی
بڑی ہوتی ہو جتنے کو لگی سوز محبت کی
کہ اٹھ کر بھیجی جاتی ہو زمین پر گرفت کی
نظر آتی ہے مر مر میں تو فصل راحت کی
تو پہرہوں غم رہیں شکوے اکھٹیں شمع تربت کی
چھڑک دیتا ہوں پہلے خاک پر زاہد کی نیت کی
نہ ناکامی تقدیر نے برباد محنت کی
عام سے لائی ہو سستی میں گرفت میری تربت کی

بدر - جناب شیخ بدر الدین صاحب کبر آبادی تلمیذ جناب مرزا حاتم علی مہر اکبر آبادی

یہ پرتی ہو ہر سو جگہ گردش میر قیامت کی
بہار گل میں یہ کہتی ہو جوانی طبیعت کی
مرا لاشہ یے ہم جو کرے اس کے کوچ سے
خدا کی کر کے یہ نخل خودی کا اپنی پھل پایا
فلک نے نام میٹھا با و صرصرے نشان میٹھا
ہم آخر ہے شاید اس سے ہیں نیند کے جھوٹے
کیا جب وصل کی شب شکوہ فرقت تو فرمایا
خبر مرے کی سنکر بھی وہ گل آیا نہ پر سے کو
مجھے کیونکر نہ ہم دفن کرتے کوے جانان
پس مردن ہماری بجی رہتی ہو نہ فن پر
ہلال آسا ہوئے ہو کئے غم میں آبدار گھٹٹکر

زمین بھی کم نہیں ہو آسمان دشت غربت کی
وطن کو چھوڑ غافل سیر کر جھوٹے وحشت کی
ہوا آنے لگی راویم میں مجھ کو جنت کی
تنتناے گئی شداد کو دوزخ میں جنت کی
اڑا کر خاک تک بہ باد کردی میری تربت کی
ہوئی جاتی ہیں آنکھیں بند بیمار محبت کی
کہانی عیش میں بھی یاد ہو نکو مصیبت کی
مرے پیہلوں میں کیونکر کوئے داغ حسرت کی
لکھا لایا تھا میں تقدیر میں جاگیر جنت کی
محافظ بن کے تربت کی مجاور بن کے تربت کی
حسرت ہو نہیں اوی ہر باں کس ماہ طلعت کی

بیتاب - جناب سید محمد خیرات علی صاحب تلمیذ جناب رسا - از کالیسی
نظر بھر کر کسی کو بھی اگر دیکھوں قسم لے
بلانا ہر کسی کو بے تکلف چھوڑ دو گھر پر
تسلیم - جناب مشتاق محمد امیر اللہ صاحب لکھنوی مدظلہ یادگار حضرت نسیم دہلوی

لائے خاک میں اس سے دعاں گونج رخت کی
دہی گشتی ہو مر کے بھی ہمراہ قیامت کے
یہاں کئے ہم سے دیکھے اب ہم کہاں جائیں
وہ بکس تھا کہ بعد از مرگ یہ حضرت ہم
برنگ کشتہ سیما ہوں بغیر ہر غم سے
کروں سو مرتبہ میں شکوہ جو ربتاں لیکن
تو کیا اہل معانی کی خبر لے اہل فن جانے
اگر پوچھے ہم معشر زہے عزت زہی عظمت

ہمیشہ سے سچے اسی ہو چرخ لپست بہت کی
بگولائیں کے اڑتی پھرتی ہو خاک اپنی تربت کی
ابھی تو ابند ہو انتہائے جوش و شمع وحشت کی
بنی میرے لیے دست دعا لو شمع تربت کی
نہ حسرت گور کی مجھ کو نہ پروا شمع تربت کی
سُنے گا کون عشرتیں حقیقت حقیقت کی
کہ تجھ فکر ہے ہر دم صفاحت کی بلاغت کی
وگرنہ کیا سب کار ہی مری کیا شان حمت کی

بہت دشوار ہوا دل پہنچا اسکی خلوت کی
سولے فعل بد کوئی نکو کاری نہیں مجھ میں
کہ باہم عرشِ اعظم پہلی منزل کی حقیقت کی
کہوں کس منہ سے اور قدیم ہوتی بخشش کی

جمید جناب ابوالحمید صاحب میرٹھی۔ ایڈیٹر رسالہ الحمید میسرہ

ہوئی رسوائی بازار جہاں میں جن صورت کی
قلبی کی - بیج کی - حراں کی غم کی - ودفوت کی
جگہ میں مجھ سے پھیریں سو دشمن چشمِ الفت کی
کہاں تصویر کھینچتی ہے تمھاری تما صورت کی
جو کونے یار کا ہم یکے نقشہ دل میں بچھیں گے
جنھیں سمجھاؤ قاتل بیل بٹے اپنے دامن سے
تمھارے دسے سجدے پہ میر سیر کب مجھے نیچے
چلی آتی ہے پیچھے پیچھے کیوں تھا سے جو دامن
عام نہک لے ہی پہنچے گایہ شوقِ دشتِ پامانی
برائے کہنے لگے کوئے تنہا کو کچھ خلل آیا
جو دو چھلپنے لے کیا سبک کیوں ستاتے ہو
جمید آئینہ میں شاید کوئی جاو کا پتلا تھا

تماشا ئی بنیں نظریں نظر بازاں الفت کی
محبت میں نہیں راتیں یس کس کس مصیبت کی
یہ کیا رسم وفا تو تے ادا او بے مروت کی
بلا میں لے رہا ہر کلک مانی کلک قدرت کی
ہوا کچھ اور ہی ہو جائیگی گلزارِ حنبت کی
وہ ہیں گلکاریاں خونِ ہشیدانِ محبت کی
مثالوں آج ہی گھسکر چیں مخیرِ قسمت کی
قیامت کیا ہسیلی بن گئی اس فتنہ قامت کی
سلامت و اگر گردشِ ہوائے پائے دشت کی
ہوا کھائیں کوئی دن شیخ صاحب باغِ حنبت کی
تو بے تم نہیں اقف یہ باتیں میں محبت کی
وہ جسکو دیکھتے ہی بن گئے تصویرِ حیرت کی

خیراں - جناب محمد صادق صاحب دہلوی - تلمیذ جناب سائل دہلوی

ادھر اڑے وہ پہلو سے ادھر عاشق سے رطبت کی
نکلے آرزو کیا خاکِ مشتاقِ شہادت کی
لگا لگا لیاں دیکر بہری محفل سے عاشق کو
سوال وصل پر یہ کیا خبر تھی ایسے بگڑے نیچے
زبانی او عائنِ قتلِ عاشق کا یقین کیا ہو
ہوئی ہے جرمِ جاناں تک سانی سے رسوائی
نہ دن کو چہن لینے دے نہ شبکو باجر کیا بے

جدائی کی گہری تھی یا گہری تھی اک قیامت کی
نراکت ہو گئی مانع اگر قاتل نے محبت کی
تمھاری قدر دانی دیکھ لی بس خوب عزت کی
کہ اب مقبول تو یہ ہو نہ شنوائی کی منت کی
مگر کیا کہہ رہی ہو کچھ خبر بھی ہو نراکت کی
خوشامد کی قیوں کی نگہبانوں کی منت کی
فلک نے سیکھ لیں چالیں مگر تھے قیامت کی

خدا ہی جانتا ہو کہ بسحر ہوتا ہم فرقت کی خایے لو لگی ہے اب مرصیانِ محبت کی صدائیں کان میں آتی ہیں ہم کوں محبت کی توں سے دل لگی کی حق سے ہوا رحمت کی	قضا تو ہی خبرے تاکجا تڑپا کروں آخر علاج درود دل تجھ سے نہو گا چاہو گریٹ جا بنایا جائے گہر دنیا میں کس بنیاد پر آخر تھائے واسطے دنیا و دین کہیں سرچیرا آن
---	---

حالت - جناب دیوان روشن لال صاحب دہلی

یہاں دل کی ضرورت ہو یہ باتیں حقیقت کی انہ ہو زیم سخن میں دھوم کیوں آتھیں بات کی	ہماری محبت پر طعنہ زن ہوتا کیوں دلِ غلط ہوا چرچا زمانے میں ہماری شہر گوئی کا
--	---

خلیق جناب عبدالخالق صاحب دہلی تلمیذ جناب سائل صاحب دہلی

کبھی کچھ آپ چاہا - کبھی کچھ عرض محبت کی یہاں آکر رہتی ہیں گھٹائیں خاصِ محبت کی ان پر اٹھنے حنت کا اتنا پر عبادت کی نقطہ اک جیسی ہمدِ مہنی یا تھی شامِ غربت کی جگہ بجائے کوچہ میں ترے گرا ایک تربت کی تھائے ہاتھ جو عزت گنہگارِ امت کی نصوَر کی ترے جو ہو سکی مینے حفاظت کی نہ کر تعریف میرے سامنے حورانِ جنت کی کسی دن بھول کر بھی اپنے بچھہ عنایت کی خلیق اچھے اگر معشوق کی تنے شکایت کی	بلا تقصیر مجھ سے اپنے میری شکایت کی فضائے سخن میچا نہ ہوا پر ارضِ جنت کی ریا کاری میں ساری عمر کروی لنگال اپنی نہ تھا اتنا کوئی جو آہ و نالے پر ترس کھاتا خوشی سے جان مینے کے لئے جو جہدِ مہن میں بچیں ہوا یہ رحمت بھٹیں ہو شافعِ محشر کبھی دلیں جا دی کہ کبھی آنکھوں پہ کھاد میں جسکو دیکھا دل ہو گیا اس کا بس اوزار رقیب روسیہ پر روز ہوتے ہیں کرم لیکن تمھارے اعتمادِ عاشقی پر حرف آئے گا
--	---

ذکر جناب شیخ برکت احمد صاحب دہلی تلمیذِ جانشینا

گنہگاروں میں شامل ہیں ترے ہنسے محبت کی مڑ لایا جو جلایا ہو مجھے اچھی محبت کی نظر آنے لگے تائے تڑپ میں درِ فرقت کی ہمیں معلوم ہو کل گہرا کر جسکی دعوت کی	خدا کی واسطے اوجیت نرا نے جو ہو محبت کی ملا جو چاہ کا بدلہ ہی تم نے عداوت کی جدائی کے بھی دن میں کچھ دائیں برقیات کی اجی ہاؤ بھی بس بیٹھے رہو اب مت نہ کھلاؤ
--	---

نہ بجے خود اگر ہم آپ لیلیں پہر نہ شرمانا
انھیں پر جان دیتا ہوں انھیں بچتی مژدہاں
ہمارے دل کے ٹکڑے کر دیے غیر نئی الفتیں
شب غم میں جھڑی فرگاں شکوئی لگا دی ہے
خبر بھی کچھ ہو کیا کہتی ہو دنیا رات دن تم کو
خیال خام میں کیوں عمر کھوئی حضرت زاہد
گریبوں کی شب فرقت خبر لی جوشِ حیات
سوالِ دلِ مریضے نہیں ہو انکے ہونٹوں پر
تراؤ اکروں میں پہلا سفر عورت بھاری ہے

وز اچھا کچھ کہنا ہو باتیں میں ضرورت کی
تھی لعلوں میں کی ہر سیاہی ہری منت کی
کہو تو لاکھ میں کہیں محبت میں ادت کی
گٹھا چھائی ہوئی دلچسپ ہر سو باس حسرت کی
زنا نہ بھریں بے مشورہ رسوائی ہے شہرت کی
اجی بے جا دوسری حوریں ملیں گی تم کو جنت کی
اڑے ہیں پرزے اس کے جنوں خجائیت کی
یہ حصہ ہو گیا میرا یہی ہر میری قسمت کی
ابھی بھیجے مرقد میں کوئی عورت جنت کی

رعد - جناب حب لال صاحب دلیل و اونیری محبت پر بھنڈ - گواہیار

مجھے جب یاد آئی جو کسی پیاری سوتیلی
نہ پوچھیں میرے ہم میری کیفیت مصیبت کی
بہت بچتا ہے ہیں کیوں فتنہ گرے تم پر جانتی
ابھی خیر کرنا آج پہر لی دل نے جنت کی
میں کہہ سکتا نہیں پوچھو نہ مجھ سے میری کیفیت
بہت جنت میں تم گھوے بہت فردوس بھی چھانا
ترا وہ دیکھ لینا شریکین جنوں سے رو رہے
نگاہ ناز نے چپکے سے اگرد میں چپکی لی
دل آیا سی ٹکڑے غلام اپنا ہائے دل آیا
تھی وہ بھولی صورت نہ لگیں جنوں بھی آفت تھی
بہنے لے بھی تو کیا خاک وہ مجھ سے بہنے لے
کرم اسکا ستم سے بڑھ کے دشمن جان کا نکلا
نظر آئینہ رو پر پڑے ہی وہ بخودی چھائی

تو اک تصویر پھر جاتی ہو انکھوں میں حقیقت کی
شب غم کی گھڑی ایک ایک گری ہو قیامت کی
یہ کیا بیٹھے بٹھائے جان پر پر بپا مصیبت کی
نگاہ شوخ نے کسی خا جالے غنایت کی
تمہیں خود دیکھ لو اس عشق نے جو میری صورت کی
مگر کوئی نہ کچھ حور تیرے حسن صورت کی
مرے دلیں تڑپ ہو ہو کے بھانا قیامت کی
تمہاری آنکھ نے پہر دیکھ دو مجھ سے شرارت کی
محبت بھی جو کی تو کس ستم سے محبت کی
اب اگر شوخیوں نے اور بھی پر قیامت کی
بتاتی ہیں نگاہیں گرد دلیں بے کدورت کی
مجھے رو رہ کے تڑپاتی ہیں باتیں وہ محبت کی
سراپا محو ہو کر بن گیا تصویر حیرت کی

<p>نظر کے ملتے ہی اُس سنگدل کے منہ سے افنگلی چھپایا تو بہت تھارے راز محبت کو</p>	<p>اثر جادو کا کھتی میں نگاہیں میری حسرت کی ہنیں چھینتی تھیں بھتی نظریں محبت کی</p>
<p>نہ حوروں کی تنہا ہونہ خواہش تھر جنت کی یہ میں نے مرتبہ پایا زیارت کر کے حضرت کی نہ گھبراؤ گھبراؤ چلو مہبان محبت میں</p>	<p>رنگت - جناب حاجی محمد وزیر خان صاحب حیدر آبادی تلمیذ حضرت ظہیر دہلوی اگر کچھ تو پسے حسرت مومنین کی زیارت کی فرشتے خاک لیجاتے ہیں اگر میری تربت کی رسول اللہ کے قبضہ میں ہر دولت شفاوت کی</p>
<p>ہنو کیوں مہوم ہر سو صانع قدرت کی صنعت کی دکھاؤ کوئے جاناں او فلک پھر خدا بھکو تعجب کی میری اضطرابی پر تو طعنہ ہیں بلا میں دو میں دکھ میں مصیبت میں صافی میں کیا بیتاب ہکوا اور بڑھ کر غم کی راتوں نے یوں نہیں اک آن ہی میں پھر گئے وہ جسے اور جنت</p>	<p>رحمت اللہ علیہ شہری - شاگرد حضرت مناظر سکندر آبادی مدظلہ کہ لاکھوں سو رتوں میں روز بچھیں ایک صورت کی تنہا کہ دنیا میں بھی کر لوں سیر جنت کی ہنیں یہ تے خبر وہ اپنی شوخی کی شرارت کی رفاعت کی ہمارے ساتھ تو دل نے رفاقت کی جو دی تشبیہ زلف یا سنے سہا فرقت کی جنہیں سمجھے ہو تھے ہم یہ آنکھیں مجھ کی</p>
<p>زیر کر - جناب علی احمد قنوجی مقیم حال حیدر آباد تلمیذ حضرت برتر بلائے جاں ہو میں بیتلیاں شوق شہاد کی ہجوم صنعت سے رکتا ہر دم رورہ کے سینے میں جلس چپ چاپ جسے عشق میں ہم شکل پر فائدہ تری غلغل کی آواز نے اسے فتنہ ہمشیر انگاہیں دیکھتی تھیں رہ گئیں وارفتہ ہو ہو کر یا کرتا ہر دل کی او فلک کیوں راست باز دل نہ چھوٹا پر نہ چھوٹا طائر دل دام کیسے زمین و آسمان بگ و غنجر جن و بشر کیسے سیاہی نامہ اعمال کی کاغذ ہوئے</p>	<p>خدا ہی شرم کھ لے اُسکے انداز نزاکت کی تن سبل میں ہو جان خریں اب کوئی ساعت کی وہ شمع بزم و شمع ہو یہ خوبی اپنی قسمت کی جگا کر تھکان خاک کو بر پا قیامت کی بلا میں بڑھ کے لے لیں نیچے ٹھکانے مشور کی ہنیں باقی نہیں جاتی کمی تیری طبیعت کی بہت تڑپا بہت تڑپا بہت تڑپا لے بہت کی شہادت دیتے ہیں اس صانع مطلق کی صنعت کی ادھر اک موج آجائے اگر دریائے رحمت کی</p>

وہی دو گز نہیں ہو کل تری تقدیر میں غفل صفائی کی کوئی صورت نظر آتی نہیں یارب شبہ عدہ اگر مل جائیں زیرک مجھ سے وہ آکر	یہ مانگتے ہفت اقلیم پر تو نے حکومت کی جگہ اس سنگدل کے ولیس پر گرد و کورت کی قسم کھانے لگے خوبی قسمت میری قسمت کی
---	--

تساک - ابو العجرجنباب محمد عبد المجید خان بٹا لومی تلمیذ حضرت رسالہ ظلمہ

نہیں جرات میری کوئی بھی آیت آدمیت کی ضرورت شامیانے کی نہیں تربت پہ عاشق کی بتان ہاوش کے جھگٹے دیکھے ہیں نیامیں وہی دل پر کہ جو تھا گھر خدا کا اک زمانے میں تغیب ہو اٹھا سکتے نہیں رنگ حنا کو بھی بروز حشر ہائے برسبر دربار سوا ہوں ملیں یاران طلبہ عیش کا پھر دور دورہ ہو	یہ ساری ہربانی ہے جنوں کی اور حشت کی ازل ہی سے تھی جو اس پہ چا دیائیں صرت کی تو حویں بکھڑا ہد کیا پسند آئیگی جنت کی وہی دل پر کہ منزل ان فنوں ہی مائیں صرت کی حسینان جہاں میں بھی کوئی حد پر نزاکت کی گناہوں نے مری پسند پلاؤں میں نفیست کی غموں کا سرد ہو باز انھن گل گرم عشرت کی
---	--

تساکر - جناب شاکر علی صاحب خلف الرشید و تلمیذ حضرت برتر

کہا شک نہیںد - کھول آنکھیں کوئی بھی غفلت کی لگاؤ شوق میں تھی ہوئی کثرت شرارت کی کسی سے وعدہ دیدار نہیں جو دیا لیکن جس آئینے پر تیری خود نمائی ناکر کرتی ہے ہمارا خون ناحق رنگ لائے گا سر حشر اکہی یہ کرشمے ہیں تری قدرت کے بھی کیا کیا ذرا تو سوچئے اس بے نیازی کی کوئی حد بھی کچھ ایسے بہر گئے ہیں شوخی رفتار کے فتنے سیاسی نامہ اعمال کی دہل جا بیگی شاکر	نہیں غراب او غافل صدا ہی کوں رطت کی کہ آنکھوں میں رہی باقی نہ گنجائش مروت کی قیامت بھی تو ہو جائے انداز نزاکت کی وہ اک بجز ہی ہوئی صورت ہو تیرے عجبیر کی بد لجا بیگی رنگت عارض صبح قیامت کی کڑوروں میں نہیں دو صورتیں بھی ایک صورت کی جدا کیا کی کوئی مجھ پر ہی گویا خیانت کی رہی باقی نہ دنیا میں جگہ کوئی قیامت کی اگر سے گی بدی گریہ اشک ندامت کی
---	--

شاد - آپ کا اسم و پتہ خط تحریر نہ تھا ابید کہ آئینہ آپ اطلاع دیجئے

کہاں پہلے دل آزاری کہاں اب اتنی دلاری	وہ باتیں تھیں شرارت کی یہ باتیں میں محبت کی
---------------------------------------	---

لے مٹی میں کیسے کیسے گل اس باغِ عالم کے	ہیں کیا کیا تھے خاکِ اُورپی ہو چکی تربت کی
شیم۔ جناب بابو چھترل صاحب بھرپوری تلمیذ۔ جناب مشید دہلوی	
صیاب طور سے بڑھ کر ہمارے کچھ تربت کی جہیں سائی سے کچھ حاصلِ حاجت زہرِ طاق کی اڑینگے دھجیاں اور شیخ دستارِ فضیلت کی بڑھی یہ میکشوں کی شان اُسے زاہدِ معشر کی عدو کو دیکھنے خط بھیجا مری جیسارِ پرسی کو زبان میں ہر انسان کی ہدا ہو سیرت و صورت نہمارے فخرِ بزدلی پرش ہی قیامت ہے بتھارا رو سے زیا چھپ نہیں سکتا ہر پرے میں کسی کی تیزی رفتار کے فنون نے بڑھ بڑھ کر عنیں لفتِ شیم آخر ہو کسے رو سے رنگیں سے	جلا وطنی ہو شمعِ سو زعم نے داغِ حسرت کی یہاں دل کی ضرورت ہو یہ باتیں ہیں حقیقت کی اگر نہ وہ کس آگے جنتِ رز کی مذمت کی جھڑی ابر کرم سے لگ گئی بارانِ رحمت کی نئے انداز سے ظالم عنایت میں عداوت کی جو سچ پوچھو تو بکتا صنعتیں ہیں دستِ قدرت کی زبان کے ہو گئے ٹکڑے دہن میں گر سنجائیت کی مگر درکار ہیں انسان کو آنکھیں حقیقت کی اڑائیں دھجیاں محشر میں دامنِ قیامت کی گل داغ جاگ رہیں بس گئی ہو جو محبت کی
شفیق۔ جناب منشی مہدی حسن صاحب ازبھا نگیر آباد تلمیذ حضرت رسا	
بڑی ہی آبروریزی ہوئی روزِ قیامت کی فلش دل میں چلی جاتی جو میرے خاؤ حشر کی نہ پیش آئیگی اب کوئی یقینِ ہر سختی منزل نظر کرتے ہی پہلو سے ہٹا جاتا ہے دل اپنا پہلی بڑے سو سامان نکل کر کو سے جاناں کو بتا دینے کسی دن آپ کیسے کھینچنے ولے ہیں رکاوٹِ خضرِ قاتل کو جو کچھ سخت جانوں سے نہ جھانکا نفع میں بھی پردہ چلنے سے ظالم نے اٹھائیں بارِ الفت اے شفق پر کس طرح دیکھو	ہوئی سایہ فگن جب دم درازی تیرے قامت کی پس مردن ملی جا گیا صحرے غربت کی اٹھائے چل قدم اور دل پر ہیں حقیقت کی کہ عکس زلفِ مشکیں جو سیاہی شامِ فرقت کی ابھی آہور کھنا شبِ مسرت مصیبت کی اگر باقی رہی تاخیر چھ بھی جذبِ الفت کی کہیں مٹی نہ ہو برباد پھر شوقِ شہادت کی متنا رہ گئی سر پہنٹی شوقِ شہادت کی نرالی ہیں زمانے ہر سے افتادیں محبت کی
نہر۔ جناب بابو کندن لال صاحب سہارنپوری سرتستہ دار سب حجی بھنڈ	

مخلص حضرت دل آج پہریتے ہیں حشر کی
 رسالہ یہ مسودہ انسان دشت جنت کا
 شب غم کو جو دعوائے رفاقت صبح محشر تک
 عدد کو ساتھ لیکر لاتی ہے طرف مسیحائی
 کہوں کیا راز حسن عشق تیرے گے اور تم
 بہری نخل میں وہ نظریں بچا کر دیکھنا محکو
 ابھی کیا کہتے تھے؟ تم صاف ہو! ہرگز نہ مانو گنا
 نہاں قطرہ میں دریا پر نہاں ذرہ میں سحر ہے
 بلا ہی دی مجھے ساقی نے آخر تمہیں دیکر
 میں کس سے کہنے بیٹھا آپ کی اور غیر کی باتیں
 وہ کیا نہیب ہیں جو دو دل اکٹھے کر نہیں سکتے
 تمہیں سے چرخ نے انداز آفت کے شہر
 جوں پر جان دینا حاصل صدمہ نہ لگائی ہے

کسی ناب آفریں نے کیا کہیں حشم عنایت کی
 اڑا میں دھجیاں دامان صحرائے قیامت کی
 گزر جاتی ہیں لحظہ بہر میں گہریاں عیش و عشرت کی
 مجھے بے موت مارا کہنے اچھی عیادت کی
 یہاں دل کی ضرورت ہے یہ باتیں ہیں حقیقت کی
 قیامت تک نہ بھولنا کبھی نظریں غنایت کی
 زباں بڑل سے آہی جاتی ہیں باتیں گدوڑ کی
 عیاں آئینہ کثرت میں ہو تصویر وحدت کی
 کماؤی عمر بھر کی دشمن ایماں نے غارت کی
 ضرورت کیا مجھے اس مہر خرف حرف و حکایت کی
 یہ تفریق ذائب اور بہر تلفیق وحدت کی
 تمہیں نے حشر کو چالیں سکھائی ہیں قیامت کی
 شر و جوبات تھی کہدی پر وہ میں نے طبیعت کی

شہید خاکسار چندی پر شاو دہلوی - ایڈیٹر رسالہ ہند

صفا ہو گوہر مضمون کے رخ پر آب بہر ت کی
 بنی ہو غیرت محشر آدمی شام فرقت کی
 سمٹ کر کیوں نہ آجائے ہماری آنکھ کے تل میں
 پس مردن بھی ان کی نگاہیں سما یا ہوں
 اثر اتنا پس مردن بھی ہو سوز محبت کا
 دعا کیوں نہ نوریں کاٹے سرے پاؤں چھانو کو
 پہنچ جاؤں گا یونہی میں کسیدن کوئے جاناں
 شب فرقت کو دھو دھو کر کبیا نور سحر پیدا
 یقیں ہے صبح امیسد کی اشکال دیکھیں گے

روانی جو شہ پرست آج دریائے طبیعت کی
 نہاں تصویر ہے ہر ناکہ دلیں قیامت کی
 کہ رشک زلف جاناں ہو سیاہی شام فرقت کی
 عدو کی آنکھ کا سرمہ بنی ہو خاک تربت کی
 کہ خورشید قیامت لوہے میری شمع تربت کی
 لگا دی ہیں بیلین جا بجا جھگل میں شربت کی
 تڑپ نے شام ہجران میں گر تھوڑی سی ہمت کی
 ہمارے دیدہ تر نے محبت میں یہ خدمت کی
 خطوں میں صرٹ کر دی ہو سیاہی شام فرقت کی

<p>نقد و عکس عارض کا نہیں پر شام سحران میں کیسی آنکھ کی گردش پر سوز و ساز کا پردا بھاری یاد کھوئے دیتی ہر فرقت کی لذت کو اگر گئے میں زخم دل ہر سے ہو ہو کے مرقہ پر رتیب روسہ کی بزم میں مذکور جاناں ہے ہجوم کھنڈناں ہر گہری رہتا ہر دفن پر سب اپنا یہ دہلی کا یہ فیض عام پر شمشیر</p>	<p>نظر میں گئی ہر روشنی صبح قیامت کی جھلک ہلکے نظر آتی ہر جنت میں قیامت کی نئے پہلو سے یہ صورت نکالی ہے عداوت کی تری تلوار کا یہ کھیت اب چادر ہر تربت کی ہوئیں آ رہی ہیں آن کچھ دوزخ میں جنت کی مرے پہلوں میں اتنی ہی گئی ہے بوجہت کی زبان خار تک پر اب تعلق ہے فصاحت کی</p>
---	--

ضبر جناب محمد اسماعیل خالص صاحب رامپور می تلمیذ حضرت تسلیم لکھنوی مدظلہ

<p>عجب یہ گلشن ایجاد میں صانع نے صنعت کی نہ مر کر بھی گئی قسمت میں بربادی جو لکھی تھی یہاں تک پاؤں پھیلائے ہمارے دست و دست مرے آگے نہ بیکھا سوائے دشمن غنیمت ہر جلا تا ہے ملک شب بھر سپہ سالار تربت پر مرے آگے مرے دشمن سے سرگوشی نہیں تھی نہ آنا تھا نہ آیا راہ پر یہ صند اشک کو ہے عاد کا لفظ اُلفت سنایا تم نے ہر محب کو زمانہ سختی روز قیامت جس کو کہتا ہے مجھے شام غریباں گھیرتی ہر روز کیوں آکر جنون میں کا عالم فقط نظروں سے دیکھا تھا عجب حیرت فرخسین جہاں آ رہا ہوتا ہے جسے جن بتاں کہتے ہیں ہم شانِ خدا مجھے دم گفتار اعجازِ مسیحائی نظر آ رہا حق و ناحق بگڑتے ہو یہ کوئی آدمیت ہر</p>	<p>کہ پتا پتا دیتا ہے کوہی رنگ قدرت کی صبا آ کر ڈال جاتی ہر اکثر خاک تربت کی کہ چادر ہو گئی کوتاہ پڑھتے بڑھتے ہمت کی لگا چرخ نے تل بھر تو آنکھوں کی موت کی خدا نے یہ پس مردن تری کشتے کی حرمت کی یہ مرجلے کی باتیں ہیں یہ شوخی ہر قیامت کی وہی ابواب پر جا کر دعائے لاکھ منت کی وہی باتیں نکالیں پھر صفائی میں کدورت کی گھڑی آفت بھری وہ بھی ہر میرے روزِ فرقت کی لی جوتن چھ میرے خاک شاید دشت غربت کی کہ اب تک چشمِ آہو میں وہی شوخی ہر وحشت کی مصوّر آئینہ ہر کھینچ کر تصویر صورت کی ہمیشہ بُت پرستی میں بھی ہمنے تو عبادت کی دم رفتار دیکھی چال میں شوخی قیامت کی عدو کو کچھ کہا میں کوئی تم سے شکایت کی</p>
--	---

نظر سے دیکھ لو جا کر کیا ہاں میں لگو لوں کو ازل میں جو بڑی تقدیر دنیا بہر سے باقی تھی	اگر ہے دیکھی نصویر بر بادوی ہمت کی مرا پا صبر سمجھا حق نے وہ مجھ کو عنایت کی
صاحب۔ جناب ہیم چند صاحب۔ بی۔ لے۔ دہلی	
یہ دیکھو ہنسنو کمر کج پہر نکلے ہیں وہ کہہ سے میں مرکب ہی رہا نہایت قدم تیری محبت میں بتوں کی بیوفائی کا گلہ شکوہ نہ کر صاحب	الہی خیر کچھ پہر ارضیں سو جی شہادت کی اڑا کی خاک تیرے تنگ جہاں میں میری تہمت کی زمانہ ہی سے ابتوا اٹھ گئی یہ قدر الفت کی
عاجز۔ جناب مولانا مولوی ابوالفتح سید لقیق احمد صاحب رئیس سہسوان	
سچے جاوے محبت لذت ہر اس جام محبت کی خفا مجھ پہ ہوئے جب جو رکی لئے شکایت کی تڑپتی لاش چھوڑی داؤدی پر خاریں تو نے دیا بوسہ عا دو کو اور وہ بھی سانسے میرے ہمارے راہر جب حضرت ختم الرسل ٹھہرے وہ بت برست ہر غیروں کی الفت میں محبت میں جھانے تازہ کی فریاد پر کہنے لگے ہنس کر مجھ کہتے ہیں میرے جلد ڈالو اسکو دفن میں نقاب رخ بھی اٹھ سکتا نہیں جو دستِ نازک عدو کو حکم محفل میں دیا ہوئے پلانے کا نہ چھو حال دل مجھ سے خط تم دیکھ لو صورت کیا گلزار تو نے آتش سوزاں کو دم بہر میں کسی کے عشق میں کھوتا جاں و زرات رو در فکر	ابھی سے فکر کیا ہر میکشوت کو قیامت کی عارف سے کچھ نہ بن آئی تو یہ مجھ پر عنایت کی جناکسی شہید ناز پر یہ بے مروت کی جفا مجھ پر نہی یہ اور تو نے بے مروت کی تو کیا حاجت ہے پہر ہکو کلیہ قفل جنت کی بھلا کیا ہو خبر اس کو ہمارے درو فرقت کی ہمیں تم سے شکایت ہو کہ کیوں تھے شکایت کی الہی بخشہ سے اسکو شفا رش ہے یہ رحمت کی مری جاں انتہا بھی ہو بھاری اس نزاکت کی ہمارے ساتھ اس بت نے یہ دعوت میں عداوت کی مجسم بن گیا ہوں کینچ کے میں نصویر عبرت کی الہی ایک ادنی بات ہو یہ تیری قدرت کی عجب حالت ہوئی ہے عاجز بیمار فرقت کی
غافل۔ جناب راوے لال صاحب باندوی تلکید جناب امر باندوی	
خدا ہوں جب میں آپر نظر ہے خود بدلت کی دو اکرتے تو ہیں عینی بہت و در محبت کی	جناب دل نے بھی ٹھیرائی جو مجھے غفلت کی مگر بیمار کو ہوتی نہیں اسید صحت کی

نہ دل دیتے نہ اس درجہ تمہیں غماز ہو جاتا
پھینک دیا۔ بالکل کیا۔ اٹھا جو بن گیا شرارت
رقیب رو سیہ پر آپ کا دل جب سے آیا ہو
اجل منہ دیکھتی ہے شکل پہچانی نہیں جاتی
نہیں ممکن خرام ناز سے محشر نہ برپا ہو
تصور بھی چار اہن گئی ہے اس نے خانہ
نہ وہ شوخی نہ وہ چتون۔ نہ وہ اب چلبلا بن
شب تاریک فرقت کی سیاہی بنے دیکھی ہے
عید کی ایسا مٹا یاد ہرے چرخ مست مگر نے

عاجزہ۔ جناب منشی بھگت لال جلیلی می تلمیذ حضرت وجاہت از لاہور
کھل کر گھر سے جس نے دیں ہی پر دیکھیں گھا
لڑائی ابو بھائی بھائی آپس میں لگے لڑنے
آٹھا کر نرم سے مجبوروں کہتے ہیں قیوس سے
خرام ناز سے اس فتنہ کرنے کر دیا محشر
یہ محفل میں بٹھانا دل جلوں کا رنگ لایا کہ
ذرا سوچو جو جس کی سادگی پر مرثیے لاکھوں
یہ تیری عاجزی اسکو پسند آجائیگی عاجز

خوش۔ جناب نواب سید خوش محمد صاحب رئیس دہلی داؤد نیری مجسٹریٹ بہرہ نشین
شفاعت کو کھلے جہدم زبان پاک حضرت کی
ہوا کیا شیخ نے گرخت رز کی مذمت کی
فقط ہر دایہ احباب کے حسن سماعت کی
فراقی یادیں حالت ہے یہ بیمار الفت کی
بیاں کیا ہو حقیقت درو مندان محبت کی

خطا کی بندہ پرور ہنسنے جو تم سے محبت کی
ہر اک انداز کہتا ہے کہ آدہ ہے قیامت کی
نہ وہ چشم عنایت نہ وہ باتیں میری الفت کی
بد لدی ضعف نے حالت یہ بیمار محبت کی
غضب ہر تہرے رفقا میرے فتنہ قیامت کی
ہزاروں صورتیں پھرتی ہیں کہ شکل شبابت کی
نگاہ شر گیس کہتی ہے نصرت ہر شرارت کی
خوابی گئی اسے کیا خاک اندہیری کج تربت کی
نشان کیسا نہ رہی خال تاک بھی میری تربت کی

آسے صبح وطن سے کم نہیں کچھ شام غربت کی
کسی میں بھی نظر آتی نہیں کچھ بات الفت کی
کہ دیکھو کس طرح محفل سے ہنسنے دو رافت کی
قیامت والے کہتے ہیں قیامت میں قیامت کی
کہ دو واہ سے کالی ہوئی رنگ تری چھت کی
ضرورت کیا ہے اس کا فرضہ کو زیب و زینت کی
سمجھ لے اب خدا نے منیگری کی عنایت کی

نہ کیوں محشر میں بخش ہو گنہگار ان آست کی
جہان میں سینکڑوں باتیں ہو اگر تری بیعت کی
حقیقت جانتا ہوں ورنہ میل بنی لیاقت کی
اگر دن حشر کا گذر اتو شب آئی قیامت کی
کہ خود تصور صورت بن گئی رنج و مصیبت کی

<p>کہ اس کو چہ میں جا کر اپنی سبیل بھی رات کی مجھے سکے کا عالم ہو وہ ہیں تصویر حیرت کی یہاں دلی ضرورت ہے یہ باتیں میں حقیقت کی گھٹائیں جہوم کر آئیں وہ ہیں ہمارے رحمت کی ہوائیں آ رہی ہیں ہر طرف سے باغِ منت کی زمانہ میں ہوا کرتی ہواکِ درخج و راحت کی چھٹی مٹی ہے بیچارے تمنا ایک مدت کی فروزاں غوثِ کثرت میں ہوئی یہ شمعِ وحش کی زمینِ شعر میں غوثِ تم نے خوب جہت کی</p>	<p>یہ کیا سو بھی تھیں اس حضرتِ اعلا نصیحت کی میں ن کو دیکھتا ہوں اور وہ آئینہ میں مل اپنی خیالِ یار میں دن رات ہم پہوش ہتے ہیں جو حق سے بخودی میں بادِ غلوں کے دعا لگی خدا کا شکر بیٹھا ہوں پر یوں کے جہر میں نظر تپا کیوں ہے ہجر یار میں تو ایدلِ نادان جو تم آؤ تو نکلے خانہ دل سے کہیں باہر ظہورِ احمدِ مسل سے عالم ہو گیا روشن کھلے ہیں کیا گلِ مضمون نو گلزارِ دیوان میں</p>
---	---

قبر - جناب حکیم قبر صاحب احمد آبادی

<p>کہ ہم سے رنج کی باتیں حارسے میں محبت کی خدا نے آبرور کھ لی مرے افکِ نہامت کی دگرگوں ہو رہی ہر آن دنوں حالتِ طبیعت کی بلائیں لے رہی تھی چشمِ نرگس چشمِ حیرت کی نہا سے چاہئے والوں کب حوصل کی جاہت کی جگہ ملتی جو کوئی یار میں اوی کا سن تربت کی محبت جان و دل سے ہر شہنشاہِ ولایت کی بظاہر رب پرستی کی حقیقت میں عبادت کی اودا کی ناز کی غمرے کی طحی کی طہارت کی تربط جانا ہے دل پہلو میں شکرِ باتِ نصت کی محبت میں کسی کو بھی غمِ موتی ہے ولت کی میری آنکھوں میں ہر تصویرِ گویا نامِ غربت کی نہ رکھی ہے نہ رکھوں گاتنا مال و دولت کی</p>	<p>اسی کا نام الفت ہے یہی جو رسمِ الفت کی زبہِ قنمت کہ باتیں کہتے ہیں پیرِ محبت کی جبرِ اس تمنا کا خرابی ہو یہ حسرت کی تماشا گاہِ صحنِ باغ میں گل تھے تماشائی تھیں پر جان دیتے ہیں تھیں پر دلِ قریب کی نہ چھتے پھول تو ہر ذرا اٹکی تیوریاں چھتیں بھلا کیا پششِ روزِ قیامت کا مجھے علم ہو ترسی و بے سند پر جو ہم بہرین بن کے بیٹھے ہیں تھیں کیے کہ مجھ کج مزاج کیا صفت ہوگی نہ لے تو نام جائے کا خدا را وہت کا نرسہ مری رسوائی پر اتنے نہ ہوں و طعنہ زن کہد نہ پوچھے کوئی مجھ سے مردم دیدہ کی چیرانی غنی ہوں داغِ عشقِ سرور کو نین سے قبر</p>
---	--

قمر۔ جناب شیخ محمد شریف صاحب بٹالوی تلمیذ حضرت رسا رامپوری

<p>قیامت میں جو یاد آئی ہیں اس سزاقت کی نئے ہر روز وہ ہم پر ستم ایجاد کرتے ہیں لو کہیں میں ہیں یہ بیباکیاں اللہ کی قدرت ابھی تیری قدرت ہو جو وہ آیا تو میرے گھر جفا سے ناروا سے باز آؤ ای جینوں تم زینجا، مہی بستی نہ یوسف کا قیامت نکا۔ گھگھے پر عیب کے دن چل گئی تلوار قاتل کی شب ہتھاب جڑوں بے بلائے میرے گھر گئے غزل پڑھ کر کہا ہے شاد اہل بزم کو تو نے</p>	<p>نظر سے گر گئی تو قیر جو کچھ مٹی قیامت کی آدائیں ہیں جو آفت کی تو باتیں میں قیامت کی جوانی اُن پہ آئیگی ابھی کس قیامت کی بنا کر یہ دل حیرت زدہ تصویر حیرت کی کہ ہو مجھے داورس عاشق عدالت میں قیامت کی نظر آئی جو شکل و فریب اس ماہ طلعت کی خوشی کیونکر نہ ہو مجھ کو بھلا اپنی شہادت کی بہت یہ اپنے احسان فرمایا عنایت کی قمر صد آفریں کیا بات ہر تیری طبیعت کی</p>
---	--

کا شہد۔ جناب منشی محمد کا شہد صاحب ڈرامین چیف انجینئری تلمیذ جناب

<p>لگی رہتی ہر دم آگ سی سے نین فرقت کی یہ تیغ برہنہ آج وہ قاتل میں گئے ہیں ہو اپنے رزم زاد کو بھی اپنے چار سچوں پر کروں کیا اور وصف اس کے قد و قامت کا میں</p>	<p>مثال شمع چلتا ہوں یہ سوزش ہو محبت کی خدا جانے کسے دیجائیں گے دولت شہادت کی خالی سے مل گئی ہے مول کیا جاگیر جنت کی کہ ظاہر اس کے قامت سے نشانی ہو قیامت کی</p>
--	--

مجرم۔ جناب محمد زکریا صاحب دہلوی۔ تلمیذ جناب رونق دہلوی

<p>نہ پوچھو داستان غم اسیران محبت کی خدا را کھول دے بوتل نگراب دیرا ساقی خدا کی شان ہے کیا بیوفائی کا زمانہ ہے کیا سیراب کس دن تو نے قاتل کبر فخر سے ہمارے قتل کو تلوار قاتل نے سنبھالی ہو شب وعدہ دے پاؤں چلے آئے تو کیا ہوتا نکل کر کیا نسیم صبح آئی اس کے کوہنے سے</p>	<p>کہانی کہہ نہیں سکتی زبان کچھ بھی مصیبت کی گھٹائیں چنے پر چھائی ہوں میں یہ جنت کی بڑھائی جس سے آفت ہمیں اس کے کم محبت کی برائی آرزو کب تشہد کا مان محبت کی ابھی شہد رکھ لیجو دم کشتن نزاکت کی تھاری شوخی رفتار نے برباد قیامت کی ہو ایں ہر طرف سے آ رہی ہیں بلج جنت کی</p>
---	--

مشتاق - جناب محمد رب صاحب تلمیذ جناب بر صاحب

چلا ہوں ساتھ لیکر روشنی میں دماغِ حشر کی
ہر اک جان باز کو تیرے متنا ہے شہادت کی
ہمیشہ سورہ وائس کی ہنسنے تلامذت کی
صدائے نائے دلکش صدابو کوس حلت کی
نئی صورت نظر آتی ہے گلزارِ محبت کی
کہ جیسے حور مالک ہر مری جانِ قصرِ جنت کی
تنی رہتی ہے سچانہ پہ چادرِ ابرِ رحمت کی
بلا میں لیتی ہے روحِ سکندر تیری صوبت کی
جاری گرمیِ خوں نے جو اشتاقِ حب کی

اندھیری خود بخود کا نور ہو جاگی تربت کی
تجھے خیرِ بخت دیکھا و قتل میں جو قاتل
کسی کے مصحفِ رخ کا جو حق منظورِ نفا و
نفاں منہ سے نکلتے ہی الہی دمِ نکلیجائے
ہزاروں گل کھلا رکھے ہیں تیغِ یار نے تن پر
مٹھاری آرزویوں دیدہ و دلہیں سائی ہے
خدا رکھ لیتا ہے رنوں کا پرودہ وقتِ پیوستی
ہمیشہ آئینہ میں عکسِ بنکر وقتِ آرائش
دمِ کشتنِ زبانِ تیغ میں چھائے نظر آئے

میرزا - جناب سید علی مرزا صاحب برادرِ چچا زادِ نواب سلطان مرزا صاحب

اسے گویا اُسے مارا قیامت پر قیامت کی
جو عرض حال کرتا ہوں تو کہتے ہیں شکایت کی
قسم کھاتے ہیں دنیا کے حسین انکی نزاکت کی

لڑکپن میں تو بھولے تھے شباب آیا غضب آیا
اگر خاموش رہتا ہوں تو کہتے ہیں کہ کچھ کہتے
خدا کی شانِ پر خزا کہ وہ ہیں گل سے نازک تر

نثار - جناب مسعود صاحب منیجر دواخانہ شاہجہانی دہلی تلمیذ جناب قمر پوری

وہ وہ ماہِ طلعت یا گلے اُس ماہِ طلعت کی
ہوئی تو صیفِ صانع کی جو تعریفِ صنعت کی
فقیری چاہیے محکومِ ضرورت کیا ہر دولت کی
سنا ہے آج میرے قتل پر قاتل نے نہمت کی
مٹھارے قامتِ موزوں نے دونوں پتھیا کی
وہ خوش ہوتے ہیں سن سنا کہانی درِ ذوق کی
جو ہاتھ لگے تو میں لیلیوں بلائیں تہِ قدرت کی

نہ مجھ کو خواہشِ جنت نہ حسرتِ حورِ جنت کی
مرا آئے لگا عشقِ حقیقی کا محبازی میں
گولے کوئے الفت ہوں سر و سالک کیا مطلب
نزاکت گر ہوا منع تو قصہ پاک ہو جائے
ادھر ہے سر و سکتہ میں ادھر شمشادِ حیرت میں
جنھیں اپنا بنایا تھا جنھیں ہمہ دیکھا تھا
نثار اُس بھولی صورت پر عجب صورت بنائی ہے

نشر - جناب قاضی محمد حافظ الدین صاحب تلمیذ حضرت رسا عموئی خود

الہی میرے جرموں کی خدا یا تیری رحمت کی
حقیقت کچھ نہیں اس کی نظر میں بادشاہت کی
کبھی مجھ سے محبت کی کبھی دشمن سے اُلفت کی
کر زاپہ نہ بھلا دی یاد دل سے جو جنت کی
یہ دل لینے کے حیلہ میں یہ چالیں ہیں شرارت کی

تو ہی انصاف کہہ دے کہ آؤ انتہا بھی ہے
مرا جس نے اٹھا یا ہے زرا بھی خاکساری کا
یہ کچھ اچھی نہیں عادت یہ کچھ اچھی نہیں باتیں
کسی کے حسن و زلفوں نے جا دو کر دیا ایسا
کہیں شتر حیدنوں کی زخم ہاتھوں میں آ جانا

نصیر جناب قاضی نصیر الدین صاحب کرکڑ سنگھ رآبادی

یہاں تو عمر بھر صورت نہیں بھیجی پراحت کی
خدا رکھے ابھی سے ان کی چالیں ہیں قیامت کی
نصیر اچھی نشانی مل گئی ہو محبت کی
فوج جناب مولوی منشی محمد نوح صاحب میں تعلق ارا دار و مملکت جناب داغ

عدد و دود کی فرقت میں بیٹا دل پہر میں
نقد ہوتے ہیں فتنہ خرام ناز پر ہر دم
کسی کی چاندی صورت پر نقش کا لہر میں
فوج جناب مولوی منشی محمد نوح صاحب میں تعلق ارا دار و مملکت جناب داغ

زندگیا کی نہ جنتی کی نہ دوزخ کی نہ جنت کی
ہمارے گہر میں پھیل روشنی صبح قیامت کی
نظر آتی نہیں بجز ہر دستہ انفعیلت کی
بھلائی سے بد جائے بُرائی میری قسمت کی
تجھی سے ہم نے نیرے غلو بے جا کی شکایت کی
تنا کی مٹا ہونے کی حسرت کی حسرت کی
قیامت میں ہمارا کس کو تو نے کیا قیامت کی
بجائے واقعی اعیان سے ہیں نے محبت کی
بچا کر آئیں میں نے دوسرے صاحب سلطنت کی
جنم سے ملی ہر راہ مجھ کو باغ جنت کی
الہی ہو چکی حدیث بت درد محبت کی
وہاں افسوس بھی ہر ایسی پر کیوں قناعت کی
بنی وہ میری تربت میرا دوسری تربت کی

دوستی ہوں میں جس نے کبھی ہوئے حسرت کی
جوتے شے تاریکی میں بھی شام فرقت کی
یہ کہہ حضرت داغ اٹھے زندوں کی صحبت سے
ابھی میں توجہ ہوں انقلاب دہر کا قائل
خدا سے گر کر ہیں شکوہ تو ہاں شکوہ کا موقع تو
ہمیشہ نا امید ہی میں گزری زندگی اپنی
جو درنگ بھی نہ آیا تھا کبھی اور اور محشر
اُنہیں گیا آپ جانیں آپ کو وہ لوگ کیا جانیں
کے طاعت جو بزم خیر میں جو ہم سخن اُس سے
در جانا پڑیں پہنچا نکل کر بزم دشمن سے
ہم نے نہ دل کو پہنے دونوں ہاتھوں سے پہنے ہیں
جہاں ہے بوسہ عارض کے سننے کی خوشی ہو چکی
فنا کے بعد کام آیا کوئی تو بے کسی آئی

زین پر لالہ و گل میں فلک پر مہر و انجم ہیں وہ لیتے ہیں وفا کا امتحان پڑے ہی پڑیں بڑے دہلی کے گلہ بستہ کی رونق اور احرار و فاق	نظر بازوں کو دنیا میں کمی کیا چھی مروت کی وہ اکثر رائے دیتے ہیں مجھے ترک محبت کی مثال نوح سب کو شش کر رہا ہے شاعت کی
---	--

آرونی - خاکسار پیارے لال - ایڈیٹر - گلہ بستہ ہند

نظر آتی ہو کثرت میں بھی ہمو شانِ حدت کی طلب ہر دم کرم کی ہے متاثر تیری رحمت کی رقم تو صفت کرتا ہر ترے حسن و نزاکت کی مجھے صورت سے اسکی آئینہ کو عجب سے سکتا ہو نہ پوچھو طالب گو رکے کس وقت سے شکل سے جسے سب حشر کہتے ہیں وہ ہو اک تیری ٹھوکر کا اثر بعد فنا بھی رنگ لایا تیرا ہر بختی کا خیال زلفِ جاناں میں نصیبت پر نصیبت ہو دلِ سوزاں میں رہتا ہو خیالِ عروش ہر دم وہ بیٹھے ہیں نقشے لاکھ ان تجی نگاہوں میں نگاہِ ناز انکی مجھے کہتی ہے سب برعکس کھلا رکھا ہے آرونی اک چینِ مضمون و معنی کا	چمک ہر فلک کے ذرے میں ہو حقیقت کی نہ حاجت سیم و زر کی جو نہ غمِ ہش مالِ دولت کی با ایں لے رہا ہو آج خامہ دستِ قدرت کی سراپا ہوں جہاں میں میں ہی اک تصویرِ حیرت کی ملی ہو آج مر مر کر یہ منزلِ ہمو راحت کی ترسی رفتار کے آگے حقیقت کیا قیامت کی کفن کی ہے سفیدی میں سیاہی شامِ غربت کی بلا میں بن کے نازل ہو رہی ہو شامِ وقت کی بہا میں ڈٹے رہتے ہیں مونیج میں بھی جنت کی تھکاری ہر نظر تصویر ہے گویا قیامت کی ابھی ہم کیل دینگے منہ ذرا بھی کر شکایت کی خدا دیکھے تو کوئی شوخیاں رنگِ طبیعت کی
---	---

انداز - بی مونی جان صاحبہ دہلی ہنس دہلی جان - دہلی چھپتہ شاہجی

کچھ ہے تیغ پر تصویر کیا قاتل کی صورت کی ہمارے دل کے زخموں میں غنیمت کی میں نے جما رکھیں بھی آئینہ میں شکل سے آنا ہو ابھی بار کیونکر پائیں شامِ حجرے نالے پچھلے کھمبے میں سرقہ داروں کے پیچھے ہنس دہلی بنا رکھا ہے انداز خواںِ یارین لوبا	کہ چمکی باقی ہیں آنکھیں شبنمِ ان محبت کی چھپکتی ہو رنگ تاروں بہری یہ راتِ فرقت کی سنگرز بچھو نہ ہو گئی ضعف و نقاہت کی اسی کے دلی میں اک دیوار ہے گردِ دلرت کی ہماری آبلہ پائی کی کانٹوں نے بیعت کی ہماریں کو چہ جاناں میں بچھیں ہنسنے خستہ کی
---	--

۱۔ اچھ جناب سید سلیمان حسنی اچھینی ترپا توری

خبر مٹو کر سے بعد مرگ بھی لیتے ہیں تربت کی
 اٹھائیں سختیاں ہم نے نیم اس رچہ فرقت کی
 کسی کے روئے روشن کا تصور ہو مگر دل میں
 شباب یا لیا چھن خدا حافظ ہے صحت کا
 یہاں سے خواہم تازے کا مال کر ڈالا
 کسی دن جذبہ دل کھینچ لا لینگا انھیں لیکن
 پسند خاطر ناش و یختائی ہو کیوں کر
 اچھ اس بت کا ہرگز مشہد الفت نہ ٹوٹے گا

ابھی انتہا بھی ہو کوئی آنکلی کدورت کی
 طبیعت رفتہ رفتہ ہو گئی خوگر مصیبت کی
 کہ میری شام فرقت بن گئی ہر صبح عشرت کی
 کہ اُنکے دل میں بھی پیدا انگلیں ہیں محبت کی
 ہوئی توقیر اچھی بعد مردن میری میت کی
 دزاسی رسم بھی تو چاہیے صاحب سلامت کی
 کہ آتی ہو نظر صورت مجھے کثرت میں حدت کی
 کہ اندھی ہر گلیں شوق نے بغیر الفت کی

اشک - جناب منشی نواب حسین صاحب

بیاں کیا کر سکوں میں شوقیاں سر و شاکی
 کہیں جب کہیں چٹکا کہیں پگڑی حق حضرت کی
 کوئی مجنوں بتاتا ہو کوئی دیوانہ کہتا ہے
 جمال یا رکھو رہے ہر دم نگاہوں میں
 شب عشرت گزرجاتی ہر کیسی آنکھوں کھوئیں
 پسند اگر عشق میں دل کو کہن نے کیا فرا پایا
 کہی کسی غزل امی اشک ٹوٹنے واہ کیا کہنا

جو باتیں بھولی بھولی ہیں تو چالیں ہیں بات کی
 سنا ہو حضرت ناصح کی رندوں نے برسی گت کی
 پریر و تیری چاہت میں یہ پہننے اپنی حالت کی
 نہ حوروں کی مجھے پروانہ خواہش محکومت کی
 نہیں کشتی ابھی رات فرقت کی مصیبت کی
 گنوائی جان شیریں مفت میں رہا محنت کی
 جہاں میں دہوم بری تیری فصاحت کی بلاغت کی

بقینہ طرح گزشتہ

طالب - جناب منشی دنا ملک پر شاہ صاحب بنارس میم مہی

شہداء داغ جا رہے عارض گل کا جواب
 یہ کہاں غلغلو میں اُس خالق کل کا جواب
 جو نہ پھیلائے کسی کے سامنے دست سوال
 پی لیا جب پھول تو چہرہ گلابی ہو گیا

نالہ دل دیدہ ہوا ہے شور بلبل کا جواب
 تیری کاکل کو بنایا جسے سنبل کا جواب
 خیب سے اُسکوٹے اُسکے توکل کا جواب
 با تجل پہننے پایا نشہ تل کا جواب

<p>دوسل کا۔ دیدار کا۔ بوسوں کا تھا اس سے سوال بزم می میں ہر طرف اڑتی جو زاہد کی ہنسی دار پر کھینچے گئے۔ سانپوں سے دوسو اے کئے کاہلی کی جس نے اسکو کامیابی کب ہوئی چار غفر موت لے اسنے بھی برہم کر دیئے وہ اگر بے رخ ہوئے تو ہم بھی بے پردا ہوئے سادہ کاغذ سے جواب صاف کا ایسا کیا سوچ کر جوابات کرتا ہے وہی ذی عقل ہے پیش دانشور خموشی ہے جواب جاہلاں یہ تجاہل اور وہ بھی عارفانہ کیوں نہ ہو صاحب یواں بھی ہیں پھر صاحب احسان بھی ہیں</p>	<p>مے گیا وہ بھروت اک نہیں بل کا جواب قاہ قاہ وہی کشاں ہے شور قفل کا جواب مل گیا ہکو بر سوداے کامل کا جواب نامرادی ہو ہر انساں کے تنکا ہل کا جواب چار عالم میں نہ تھا جن کے تنول کا جواب یاں بھی استغفار اب انکے تغافل کا جواب لا جواب آیا مجھے میرے ترسل کا جواب کیسا سے کم نہیں ہوتا۔ تا تسلی کا جواب زندگیوں میں لگے داغ غلطی سے غل کا جواب آج تک کس کو ملا تیرے تجاہل کا جواب میں میں کون ہو طالب تجمل کا جواب</p>
---	--

سرور۔ جناب عبدالصمد صاحب قادری ناظر عدالت دیوانی بہاول

<p>اپنی شہریدہ سری میں ہو نہیں بلبل کا جواب چاہے ہوتی بھی غلطی سی بوقت میکشی طعنہ زن ہیں اہل دنیا اس قدر کیوں اسی سرور</p>	<p>زخم دل مہتے ہیں ہنس کر خندہ گل کا جواب بارہ نوشو کچھ تو دو مینا کی قفل کا جواب ہے میری بے ماگی میرے توکل کا جواب</p>
--	---

عاجز۔ ابوالافتخار مولوی سید لائق احمد صاحب رئیس اعظم سہوان

<p>نالہ و آہ دفناں ہیں شور قفل کا جواب ایک کلمہ سے ہر ہفتاد و دولت کو فروغ جھوٹے وعدے سے بنا کر مطمئن اچھے چٹے دم نہیں نکلا ابھی اوڑک کھدیا قاتی ہے جان آنکھ سے بہک جو اشک لالہ گوں اسپر ٹپے لکھدیا ہر جسے خط شوق میں پیغام وصل کردیا ہر خط میں تو عاجز بہت اظہار عجب</p>	<p>دیدہ تر ہیں ہمارے ساغر مل کا جواب رنگ حدت میں دیئے دیتے ہیں ہم کل کا جواب ہے تغافل آپکا میرے توکل کا جواب ہر دہان زخم دل دیتا ہے اقل کا جواب داہن عاشق بنا ہے داہن گل کا جواب دیکھئے کیا آئے اس وہم و تخیل کا جواب دیکھئے کیا آئے اس مست تغافل کا جواب</p>
---	---

غیر طرح

حضرت رسا وکیل عدالت و شاعر و بار بار ریاست رامپور

ہاتھ اٹھے تو ادا حرف متنا نہ ہوا
شکر جو دیکھے انھیں دل کوئی جگا نہ ہوا
کونسا عشق تباں میں ہیں صبر نہ ہوا
ہے بڑھکر کہیں آوارہ وطن میں بیت
دل ہوا چاک تو ارمٰن کہیں کے ترے
غیر نے بات تو کی بات تو پوچھی میری
بیٹھے بیٹھے ہی دبی شعل جنوں ہے ہلکے
خواب میں بھی تو نظر ہر کے نہ کھیا آنکھ
موج حیرت میں تو دونوں ہیں تنہی غنچ
جوش پریشان کریں جو سرشار آئی
کیا توقع ہے کہ وہ زمین پہلو ہوگا
آگے آپ دم نزع بڑی خیر ہوئی
کر دیا آپ پہ صدمہ دل ناداں اپنا
کاش آج کل کہی نہ تیرے لطف آجاتا
ہم کی یہ خوبی اسحاق کہ عدہ تو کیا
جوش دشت میں بھی انکو نمی روانی نمی
مجدب عشق سے ہم آنکھوں ہلا لیتے رسا

اس دعا گو کو دعا کا بھی سلیا نہوا
میرا سب را نہ ہوا اپنا پرایا نہ ہوا
درو فرقت نہوا غم نہ ہوا کیا نہ ہوا
جب سے نکلی میں میسر انھیں کعبہ ہوا
پہر کسی گہر بھی غریبوں کا ہکا نا نہ ہوا
خیر سے تھکو تو ابنا بھی سلیقا نہ ہوا
گہر میں ہم خاک اڑاتے ہیں جو صحرانہ ہوا
یہ بھی آداب محبت کو گوارا نہ ہوا
ہم سے پردا ہوا آئینہ سے یروا نہ ہوا
پیش پہر کا تب اعمال کا لکھا نہ ہوا
جو تصور میں ہم آغوش تنہا نہ ہوا
کہ ہمارا ملک الموت سے جگا نہ ہوا
لاکھ پیارا تھا مگر آپ سے پیارا نہ ہوا
ہائے اس دل کے برابر یہ کلیجہ نہ ہوا
میری یہ شومی تقیر کہ ایفانہ ہوا
خشک دم بہر کے یئے دامن صحرانہ ہوا
یہ بھی کجنت طبیعت کو گوارا نہ ہوا

پہرے سپینے ہی طرح ذیل بغزلیات آئی چامینیں عینیں ہیں سینکڑوں کوئی جیار بھی تو ہو ۲۰۰ باج تک - ان سے
کہوں تو خاک کہوں دلی آرزو - بیکل وغیرہ قافیہ ماہ اپریل تک کہاں یہ مرتبیر اکس میں راز داں تیرا
نیچاں وغیرہ قافیہ - جو صاحب غزلیات و مضامین بھیجے میں سناہل کرتے ہیں آنکھ معلوم ہوتا جیسے کہ اگر
مکھی غزلیات و مضامین ہی ترتیب رسا و وصول ہوئے تو وہاں فز کرئیے جائینگے اور آئندہ مزین بھی انکا خیال کھا
جایگا - (نوٹ) تم از کم سے سال چند دعا کرنا لو کہ نام نامی ایک سال تک ہر دست معاویہ میں صبح ہوتا رہیگا

ہم غالباً پنجاب شیعہ اہل تشیعہ صاحب کتب مظلومہ کا فکر یہاں کر رہے ہیں کہ باوجود ضعف بری و علالت طبع کے اس ناچیز کو دستہ کو
پنے کلام فیض قیام سے محروم نہیں رکھتے دعا ہے کہ خدا آپ کو شفا دے اور دیر دہشیاں قیام رکھے (ایضاً شیعہ)

مضبوطی ظاہر ہوتی تھی اور اسکی حاجی نزاکت کو دور کرتی تھی۔ اس کے سڈول اور دروازے
قد نے اُسکے مناسب اعضا اور شبابیت کو زیادہ خوبصورت بنا دیا تھا اور ساتھ ہی
اسکو مضبوط اور قوی ہیکل ظاہر کرتا تھا۔ پس ہمارا شریف نوجوان جس کا ہم ذکر کر رہے
ہیں گیسند گہر میں بھی اپنا پارٹ نہایت عمدگی سے ادا کرنے والا ثابت ہوتا تھا۔ اور نیز
ایسا ہی جنگ و جدال کے وقت بھی خیال کیا جاسکتا ہے۔ وہ آزادانہ اور معمولی
پوشاک جو شکار کے واسطے موزوں ہوتی ہے زیب تن کئے ہوئے تھا۔ پارچے
کتاں کا ایک کوٹ پرانے زمانے کی وضع کا اور کمر کے مقام پر ایک چمڑے کی بیٹی
بندھی ہوئی تھی۔ سینہ بالکل کھلا ہوا تھا جسکے باعث نہایت عمدہ کتاں کی قمیض
دکھائی دیتی تھی جہیں ایک جڑاؤ نورتن بندھا ہوا تھا اور کوٹ کی کیمتدر چھوٹی۔ اور
ٹوہیلی آستنوں سے ریشمی کتان کی قمیض کے کف دکھائی دیتے تھے۔ ایک لانگ
بوٹ کا نہایت خوشامخیز کپڑا اور پنڈلیوں کے وسط پہنچا تھا۔ ٹوٹی صرف ایک
سرخ پر سے آراستہ تھی اور زمین پر ٹوٹکری کے نزدیک رکھی ہوئی تھی جس میں
اس کا مچھلی پکڑنے کا کانٹا اور کچھ مچھلیاں تھیں جنکو اسنے دریا سے پکڑا تھا۔
ٹوٹکری کے نزدیک ایک کتاب بھی پڑی ہوئی تھی اور اُسکے اوراق کو دیکھا جائے
تو معلوم ہوگا کہ جون ملٹن کی لازوال تصنیف پیری ڈائیس لاسٹ ہے
اس زمانے میں یہ کتاب زیادہ مشہور اور عام پسند نہ تھی۔ لہذا یہ لارنس کی جہاں
ذکر ہم ناظرین کو سنار ہے ہیں کی لیاقت اور عقل کا ایک ثبوت سمجھا جاسکتا ہے۔
ہم ناظرین کو اپنے ہیروسے واقف کر کے قصہ کا سلسلہ شروع کرتے ہیں۔ موسم
گرمائے کے ایک روز روشن میں قریباً ہم بجے سہ پہر ہم اسکو دریا پر مچھلی کا شکار کھیلنے
ہوئے پاتے ہیں۔ چند گھنٹہ تک وہ شکار کھیلتا رہا۔ چونکہ اپنے ساتھ کچھ ناشتا
وغیرہ نہ لایا تھا دن بھر کچھ نہ کھانے کی وجہ سے بہت تیز جھبکہ معلوم ہوئی اور پیاس

بھی لگنے لگی۔ دوسری مچھلی پکڑنے کے بعد اسے شکار ختم کر کے اپنا کانٹا ڈور اور
چمڑا سنبھال کر ”نہ رہاں“ کی باب و دیکھا جو وہاں سے ایک میل کے فاصلے پر تھا
اور پھر پہنچے اُسکے مقابل یعنی ”رائی ہوس“ کی طرف نظر ڈالی اور یہ سمجھ کر کہ وہ
چھوٹی اور رام دہ سرے ”کنگر آرمز“ سے چند قدم سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہے
اپنے دل میں کہنے لگا۔ ”فی الحقیقت میں وہاں تازہ دم ہو جاؤں گا۔ اور آرام لیکر
شام کو ٹھنڈک کے وقت فرصت میں اپنے گہر کا رستہ لوں گا۔“

پس ٹوپی پہن کر ٹوگری اور کانٹا وغیرہ سنبھال کر رستے دریا کے کنارے کنارے
چلتا شروع کیا اور چند ہی منٹ میں ”کنگر آرمز“ میں پہنچ گیا۔

سرے کی محافظہ نے جو ایک موٹی اور اوسط درجے کی خولسورت جالیس سالہ
عورت تھی اسکو خندہ پشانی اور نہایت فاطر تواضع سے۔ ایک چھوٹے کمرہ
میں جسکی کھڑکیاں دریا کی جانب کھلی ہوئی تھیں بٹھرایا۔ یہ کمرہ بہت صاف ستہرا اور
خانگی ضروریات۔ لیونڈر وغیرہ خوشبوئیات۔ ضروری سامان آراستہ۔ دھیمی دھیمی
خوشبوئیات سے مہک رہا تھا۔ ہمارا خوبصورت ماہی گیر بیٹھ گیا۔ اپنی تشنگی فرو
کرنے کے واسطے اول ایک گلاس آیل یعنی بیر شراب کا طلب کیا۔ محافظہ نے
حتی المقدور جلد مہیا کر دیا اسکے علاوہ اسکی آفرمایشات کی جن میں شراب بھی شامل
تھی بہت جلد تعمیل کی گئی۔ میزبان نے اسکی توجہ حاصل کرنے کے لئے زیادہ پہرتی
سے کام کیا۔ لیکن یہ ایک معمولی بات تھی۔ اس چھوٹے سے دیوانخانہ میں ایک نہایت
نفیس میز جو اس سرے میں موجود تھی سرے کے دروازہ کے رخ بچھا کر میزبانہ بھاگتی
ہوئی چلی گئی۔ اور اپنے خاوند سے جو اس وقت دبیز کے پاس بیٹھا ہوا شراب اڑا
رہا تھا کہنے لگی۔ ”تم ہمارے اس مہمان کی بابت کیا خیال کرتے ہو؟“

محافظہ سرے (جو اپنی بیوی سے عمر میں دس برس بڑا اور سپتہ قدر دہلا تہند مزاج

آؤمی معلوم ہوتا تھا) لے بی تم مجھ کو ناحق دق کرتی ہو۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ بورتی شراب کش ہے جو اپنی رسوم یا فیس لینے کے لیے یہاں آیا ہے۔ تمہیں روپیہ ادا کر کے اُس سے رسید لے لینا چاہیے۔

محافظہ (اُس اثر سے جو لارنس لی کے آنے سے اُسپر ہوا تھا متاثر ہو کے خندہ پیشانی سے "شیپیرڈ" تم کیسے ہو قوت ہو۔ اگر وہ بورتی ہوتا تو پل پر ہو کر نہ آتا۔ کیا تم نے اُسکو یہاں آتا ہوا کبھی نہیں دیکھا ہے۔ اور کیا پہلے اُپکی اُسکی صاحب سلامت نہیں ہوتی ہو؟ محافظہ۔ پیر یہ کون شخص ہے؟

مسٹر شیپیرڈ۔ سوئے کپتان لی کے اور کون شخص ہے۔

شیپیرڈ (متغیر جہیز درخت آواز بنا کر) اُو ہونڈر ہال کے سرولیم برنڈ کا بھتیجہ ہے اور سر تھا۔ نہ کپتان لی کے روبرو جو شاہی اضر ہے چھتہ کے نیچے ہنس رہی اور مسکرا رہی تھیں۔ یہاں تکلوٹ ہم دلاتا ہوں۔

بی بی۔ ماؤن کی طرف دیکھ کر غصہ سے شیپیرڈ! مجھ کو تمہیں سخت تعجب آتا ہے۔ کیا یہ جہاں نہیں ہے؟ اور کیا اسکے دروازے اُن سب لوگوں کے واسطے کھلے ہوئے نہیں ہیں جنکی گریز میں روپیہ ہو؟ بھلا جھکو ہمارے مہمان کے پولیسٹیکل خیالات سے کیا مطلب فی زمانہ کپتان لی سے زیادہ خوبصورت ملنا مشکل ہے۔

شیپیرڈ بات کاٹ کر مجھے اس میں شک نہیں ہو کہ تمہاری ایسی ہی رٹ ہے۔ تم روبرو ہو دو طور پر مسکرا کر باتیں کر رہی تھیں۔ بیوی دیکھو اُدوز اور دیکھو اور سخت لہجہ۔ یہ تھیک ہو کہ یہ جہاں سترے ہے اور جو اس میں داخل ہو اُسکی خاطر داری کرنا بھی تمہارا فرض ہے۔ لیکن ایسے شخص کے روبرو کہ جو باعتبار اپنی رٹ اور حالت کے تمہارے خاوند سے فی الحقیقت نفرت رکھتا ہو۔ حصول مذاق کرنے کی ضرورت نہیں۔

بی بی۔ تم اپنی جانب دیکھو۔ اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ میں نے اُس سے تمہارے پولیسٹیکل

خیالات کی بابت اشارہ کر دیا ہے تو یہ تمہاری غلطی ہے۔ تباہ شدہ جمہوری سلطنت کے خیال کے علاوہ تمکو اپنے مفاد اور کام کا بھی خیال کرنا چاہیئے۔ یعنی خواہ شاہی جانب دار ہو یا جمہوری ہو اپنا روپیہ کھانا چاہیئے۔ اور محکوم یقین ہے کہ اگر تم کیتان لی کو یہاں آ کر وقتاً فوقتاً شراب پینے اور ناشتہ کرنے پر راجب کر لو تو تمکو بہت فائدہ ہوگا۔ تم کیتان لی سے واقعی بہت روپیہ حاصل کر سکتے ہو۔ اُسے صرف "ایل" ہی نہیں لی بلکہ "کلیرٹ" کی بوتل بھی طلب کی ہے۔

شیپہر ڈو ایسے بھج میں جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے پولیٹیکل خیالات کو اپنے مفاد پر ترجیح دیتا ہے میں جانتا تھا کہ وہ اُسکے اور چارلس کے دیگر خواہوں کے گے میں خراش ڈالیگی۔

بی۔ بی۔ ربی پر دانی سے کیا کیتان لی اُس عظیم الشان رعبٹ کے آدمیوں سے جو ہرٹے فورڈ میں رہتے تھے تعلق نہیں رکھتا ہے۔ اور اگر تم نے "گنڈازار" کو اُسکے واسطے آسایش دہندہ بنادیا تو کیا اُسکے افسردہ دست نصف درجن بھی چھل کا شکار کھیلنے نہ آئیں گے۔ اور پھر ایسے اشخاص کی واسطے کھانا بھیہا کرنے میں کتنا کثیر منافع ہوگا۔ شیپہر ڈو۔ مرتھا دیوی کا نام ہی تم خوب خیالی پلاؤ پکار ہی ہو۔ تمکو غور کرنا چاہیئے تمہاری گفتگو ایسی ہی فضول ہے جیسی کہ ہو سکتی ہے۔

مرتھا۔ دناراشنگی سے فضول۔ فی الحقیقت۔ میں سمجھتی ہوں کہ تم افسروں کا ہرٹے فورٹ شائر سے راستہ طے کر کے یہاں آنا بڑا اہم کام خیال کرتے ہو۔ کیا آئی شکار کھیلنے یہاں نہیں آیا۔ اور کیا لندن سے مسافر یہاں آ کر قیام نہیں کرتے؟ جسکا پورا اٹھارہ میل کا فاصلہ ہے۔ حالانکہ ہرٹے فورٹ شائر یہاں سے صرف چوبیس میل کے فاصلہ پر شیپہر ڈو۔ دشمنی سے بات کا ٹکڑہ ہوش کی ذمہ۔ تم محکوم سخت تکلیف پہنچا رہی۔ اس باہمی گفتگو کو اب ختم کرو۔

دوا کسٹ برین کی بنانی مشہور دوائیں

ہیچس برس سے - بارے ہندوستان میں استعمال میں آ رہی ہیں
(۱) دوسرے سے اچھلتا ہو اسی دوا کی دوا ایک معنادہی سے وب جاتا ہے -
(۲) نیارہتے اس دوا کا استعمال کیا جائے تو دمہ جڑ سے جاتا ہے -

(۳) پوٹنے دھڑلے یا جن کا دمہ دم کا ساقی ہو گیا جو وہ بھی اس دوا سے بہت جلد صحت پاتے ہیں
دوسرے کی دوا | ڈاک محصول ایک سے شیشی تک - قیمت ایک شیشی ایک روپیہ چار کئے غیر

ڈاکٹری میں طاقت دینے والی دوا یوں میں مشہور
دوائیں فاسفورس - اسکیٹینا اور ڈیٹینا ملا کر یہ

مقوی باہ کی گولیاں

گولیاں بنی ہیں - مغز پڑھ - دھگ - اس اور خون کو یہ طاقت دیتی ہے اس کے یون کی
کمزوری سے پیدا ہوئی معمولی کمزوری - ہول دل - یاد بھولنا - ہاتھ پیر کا کانپنا - نفوہ
وغیرہ ان گولیوں سے آرام ہو - تے ہیں - دو ہفتہ کی خوراک - تیس گولیوں کی شیشی
قیمت ایک روپیہ - ڈاک محصول ایک سے چار شیشی تک ۵ ر

یہ ہر ایک اقسام کے مستورات کی دوا ہے
برطسج کی رحم کی بیماری - پندرہ روگ جل

امراض مستورات کی دوا

کی کمزوری - پیڑ و جانگ میں درد وغیرہ کو مٹا کر اس دوا کے استعمال سے رحم
کی خرابی دور ہو کر جسم قوی ہوتا ہے - ایک دفعہ اس دوا کی ہی آزمائش کیجئے قیمت
ایک شیشی ایک روپیہ چار کئے ہیں (۱۶ خوراک) ڈاک محصول ۱۲ - ان دوائیوں کی مفصل
حالت مد سرنٹیکٹوں کے پورے کتاب بلا قیمت ملتی ہے - منگا کر پڑھیے -

اکٹرایس - کے - برین
بشرہ و ناراجیت اسٹریٹ سکلتہ

سال ر - ۱۶
SALARJUNG
.....
.....
cost 10

کمال دہلی

قطعہ تاریخ اشاعت سالہ ہذا از جنا کتبہ دہلی کشن صنایع وکیل دہلی چھاپہ مصراع

یہ وہ گذشتہ گذشتہ کشن دہلی جس سے ہر جا	آپ طاہر ہے عجب جاو و جلال دہلی
سال ہجری ۱۳۳۶	وہ کیا خوب ہے تالیف کمال دہلی

جلد ۱ بابت ماہ پانچ مسئلہ ۹ نمبر
فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱	اسم ندیس سچا کی نسبت زبان اردو و ہندی	۵	بلیک ورس - از مہتری ماضی سید
۲	بنائے اور ترقی دینے والے مضامین کے	۶	اولاد حسین صاحب پرنسپل پر فیروزہ سحرارہ
۳	حالات - ۱۔ بولوی فرنی - دہلی	۷	تعلیم اردو - از جناب حضرت لکھنوی
۴	اکس عادی سخن دہلی - از مسکثری	۸	منہ بڑا دلالتا ہمارا دراپہ تخلص بیک
۵	اردو زمان کے خیالات پر پیشانی کو جا	۹	از جناب محمد مصطفیٰ علیجاں صاحب شہر
۶	از جناب رسا	۱۰	نثر لیاات طرح مختلف -
۷	غزلیات فارسی از مولانا فرنی صاحب لکھی	۱۱	اور غزلیات طرح آہستہ ناول کاغذ شاہی

ایڈیٹر پبلشر پیالے لال رونق و چندری پرشاد دہلی

مقام اشاعت - سڑک جدید - دہلی

منٹرل پرنسپل بی بی بہتنام بابو چاند زاین چھپکرا شائع ہوا

فَوَاعِدُ عَلَى وَضْعِ الْبُطْ

(۱) یہ رسالہ برہنہ پرستی عالمی نواب فخر الدین سر میرزا امیر الدین احمد خان صاحب نے دہلی کے سی ایس ایم ای فرائڈ ایسٹ ریٹا
لوہارو و عالیجناب کنور بدری کرشن صاحب فرخ وکیل دہلی و لاہور سر مراد صاحب ایم اے صنف
مولف تذکرہ مخدوم جاوید و نواب سلج الدین احمد خان صاحب کل دہلی و سر ہینری اسٹراٹھم کو
ہندوستان کے نامی گرامی دارالخلافت زبان اردو کی کمال شہ دہلی سے شائع ہوئے۔

(۴) قیمت سالانہ فاسٹنگی عساکر بایں مذکور اعلاہ سے لاکھت مورخہ ۱۱۸۵ و ایسا بے ملک سے جو کچھ عطا ہوا

(۳) جواب طلب اُمور کے لئے آدو آنہ کانٹ یا جوانی کا رٹو آنا چاہیے مرنہ جواب نہ پہنچے گی شکایت معاف

(۴) خرمجاموغیر خیر ارباب کلام فہم شائع ہو گا۔ ایمائشی کلام فی شعر و اجرت پر عجیب سکنا سے

(۵) طرحی غزلیات کے علاوہ نچرل نظمیں - مفید منامیں - وچپ و انعامات و فہمی تمام وغیرہ بھی زمانہ حال کے مذاق کے مطابق مروج گلاسٹ ہو کر رہیں گی۔

(۶) چند سال بعد بعد از منی آرڈر وصول ہونا چاہیے۔ یا دیکھو سپہ اس کی اجازت نہ۔

(۷) نمونہ کا پرچہ ۳۰ کے ٹکٹ آنے پر حاضر نہایت ہوگا

(۸) اگر کوئی نہر دفن پر نہ پہنچے تو اسے پہلے اطلاع دینے سے منعت نہ ہو جتنا روانہ ہو سکے۔

(۹) مخلصانہ بلا و حصول شکیں قیمت کسی صاحب کے نام جاری نہیں ہو سکتا۔

(۱۰) اسفا میں غزلیات و طیر و ہر انگیزی میں نے کی۔ اتاریج ملک صاف و خوش خطا علیہ علیہ کا غنہ پر مہ
ناما در پستہ آنا چاہیں۔

(۱۱) ناظرین کے مذاق کے مطابق ایسا ناول کا سلسلہ بھی بطور ضمیمہ ہمیشہ شامل نگہداشتہ رہے گا۔

(۱۳) جملہ خط و کتابت و ترسیل در بنام کنویر ہدی کرشن صاحب فروغ دیکس سرپرست رسالہ ہدائی ملکہ
دہلی لکنا نام ایڈیٹر ان ہونی چاہیے۔

نقٹ - یہ رسالہ شائقین شہر کو دہلی سنٹرل پریس ہاؤس تیران سے ہر وقت ۳۰ نقد قیمت پر مل سکتا ہے کہ
کہ دیکھ سلیقہ سے سالانہ چندہ عطا فرمائیے والوں کا نام نامی ایک سال تک فہرست معاہدین میں مندرج رسالہ ہوتا رہیگا

پیائے لال توفیق دہلوی و چندی پرشاد شیدا دہلوی۔ اوپیرز

اسم مقدس سیجا کی نسبت

زبان اردو کو مہذب بنانے اور ترقی دینے والے انصحا کے

خیالات

نیکو! ایسے جس وقت امپور میں موجود تھا اُس وقت عالیجناب مولانا قاضی صاحب دہلوی نے
پڑیا اُس نواب صاحب ریاست ریمپورم ملکہ اقبال بھی ہیں کچھ مدت اُن میں نیا حاصل
کرنے حالہ ہوا۔ اور ان گفتگو میں چونکہ صاحب موصوف کو اپنے وطن اور اس کے باشندوں سے
ابک خاص قسم کا اُس پر جو فطرتاً ہونا بھی چاہیے۔ میں نے رسالہ کمال کے لیے التجا کی کہ اپنے
بیش بہا مضامین سے اسکو متنازع فرمائیں۔ میری عرضداشت کو مولانا صاحب قبول فرما کر
مضمون ذیل سے اس سالہ کی عزت افزائی کی ہے جو بعد شکر یہ درج کیا جاتا ہے۔ آپ نے
لفظ سیجا کی نسبت جو تحقیقات فرمائی جو وہ بالکل نیا طرز ہے ہوئے ہے اور کل جدید
لہجہ کے خیال سے ناظرین کے لیے بھی ضرور دلچسپی و توسیع معلومات کا باعث ہوگی۔ (مستمر)

کئی برس کے بعد میرے معزز دوست منشی پیر لال صاحب روفی سلمہ اللہ تعالیٰ وہلی
سے نشریف لائے۔ ہم وطنوں سے ملکر انسان کو جس قدر نصیحت ہوتی ہے محتاج بیان نہیں
زمانے میں دستور ہے کہ ملک میں جس بات کا چرچا ہوتا ہے کشتہ را بہ ذوق کی
صحبتوں میں اُسی کا تذکرہ رہتا ہے۔ چونکہ کل فصیح لکھنؤ وہلی خاصۃً اور بالعموم تمام اردو
کے قدردان اہل ملک اردو زبان کی درستی پر اپنے اوقات گرامی کو صرف کر رہے

ہیں ریاست رامپور میں بھی جو زبان فارسی اور اردو کا ملجھو ماوئی ہے اور جسکی بدولت مضحماے لکھنؤ قدردانی کی کمال مسیح پر پہنچے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نواب صاحب بہادر دام اقبالہم کی کار فرمائی اور حافظ احمد علی خان صاحب شوق کی باسیلفی و اہتمام سے منشی عبد المجید خان صاحب ادیب ہند (جسکی عمر کے اٹھارہ انیس برس لغات اردو کی تحقیق اور اسکے الفاظ کے جمع کرنے میں نثار ہوئے ہیں) اردو لغات کی فرہنگ مرتب کر رہے ہیں منشی صاحب موصوف نے بغرض مزید تحقیق تذکرہ فرمایا کہ آجکل بعض محققین لفظ مسیحا کے الف کی نسبت چھان بین فرما رہے ہیں۔ بعض بزرگوں کا خیال ہے کہ یہ الف نذائیہ ہے اس لیے اسکو منادی قرار دیکر اسپر دوسرا الف نذالانا درست نہیں ہے مثلاً ”اے مسیحا“ کہنا۔ بعض بزرگوں کی رائے اسکے خلاف ہے۔ آپ بتا سکتے ہیں کہ فرہنگ حادیہ کے محقق نے جو اکثر اعلیٰ حضرت کے اصلاح اور ملاحظہ سے بھی مشرف ہوئی ہے اس لفظ کو کیا لکھا ہے۔ میں نے عرض کیا اسکی سند سے تو مردست کوئی جواب نہیں دیا جاسکتا۔ البتہ جو مجھے معلوم ہے لکھ دیتا ہوں گو مجھ کو اپنی یاد پر بھروسہ نہیں ہے۔

”مسیح“ ایک مذہبی لفظ ہے۔ توریت مقدس کی اصطلاح میں مسیح اور مسوح اس شخص کو کہتے ہیں جسکی تقدیس کے لیے کوئی نبی یا امام کاہن اسے سر پر مقدس روغن سے مسح کرے۔ جس کا ترجمہ انگریزی بائبل میں انوائن مڈ ہے یعنی تیل ملا ہوا۔ روحانی مدد پائے ہوئے یا راج ملک کیا ہوا۔ کیونکہ بادشاہوں کو بھی امام کاہن اول مسیح بناتے تھے۔ مسیح عربی لفظ ہے۔ عربی کے طریق پر ہمیشہ حرف نذالسم منادی سے پہلے آتا ہے سوائے نیم شدہ کے جو لفظ اللہم میں ہے اور آخر میں بعض محل پر جو الف اور بارہونڑ بھاتے ہیں وہ استغاثہ اور ماتم کے لیے ہے۔ جیسے واآحمیہ۔ یا زیادہ۔ اس میں الف آخر نذائیہ نہیں ہے طوالت صوت کے لیے ہے پس ممکن نہیں کہ مسیحا کا الف عربی طریق پر نذائیہ ہو سکے اور مسیح اس کا منادی۔

البستہ الف اہل فارس نے اضافہ کیا ہے مگر نہ بطور نداء جو فی زمانہ اسم شریف
حضرت عیسیٰ کے لئے علم ہو گیا ہو۔ فارسی والے مضاحت کی غرض سے اور کبھی
بھڑکھڑا کر کے کے لئے کبھی بطور تعظیم الف بڑھالیتے ہیں جسکی امثال آپ کے رسالہ
میں جناب سید محمود حسن صاحب ثاقب نے بیان فرمادی ہیں۔ میں شعروں پر اکتفا
کرتا ہوں جن میں الف بڑھایا گیا ہے۔

چو مہر و لبسم از فرہ پروری کندا ز سیدہ ام غم ویرینہ سپری کندا
بلے بلے کہ بدور جہاں کہ بتواند نظر بہ چشمہ خورشید فاوری کندا

فرخی۔ دہلوی

انجمن اتحاد سخن دہلی

یہ مشاعرہ حسب معمول ۲۶ فروری ۱۹۱۷ء یوم شنبہ بریکان جناب کنور بدری کرشن
صاحب فرغ و کیسل دہلی واقع نئی سڑک دہلی نہایت شان و شوکت کے ساتھ
منفرد ہوا۔ جناب کنور بدری کرشن صاحب فرغ کی تحریک و جناب شیدا صاحب کی
تائید سے اس وقت کے لئے جناب منشی جیشور داس صاحب مائل دہلوی سابق
ایڈیٹر رسالہ زبان میر مجلس مقرر کیے گئے۔ تقریباً دس بجے شمع کو گردش دی گئی۔
غزلیں نہایت پُر زور پڑھی گئیں خصوصاً جناب بدر اکبر آبادی۔ جناب اخلاق حسین صاحب
اخلاق دہلوی۔ جناب اعظم نواب سراج الدین احمد خاں صاحب مائل دہلوی کی غزلیں قابل
ذکر ہیں۔ معزز سامعین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ بعض اصحاب کی غیر طرح غزلیں بھی نہایت
دلکش و پر زور تھیں۔ قریب ڈھائی بجے شب کے یہ مشاعرہ میر مجلس صاحب کے شکوہ
کے ساتھ ختم ہوا بدینہ کے لئے حسب ذیل مصرع طرح اعلان ہوا کہ ان سے کہوں تو خاک کہوں
دل کی آرزو، بسمل وغیرہ قافیہ۔ بابت ماہ اپریل۔ کہاں میر تہ میر کہہ میں راز و ان تیرا جان

فہرست سرپرستان و معاونین رسالہ ہذا

عالمینجا صاحب خزانہ بشیر علی خان فاضل ہذا و خلفا لرشید حضور پر نور نوالہ صاحب فاضلہ کشیان ریاست پور
عالمینجا نواب سعید الدین احمد فاضل صاحب طالب مجلس دہلی و جاگیر دار ریاست لویا رو
عالمینجا نواب رائے بابو مل صاحب رئیس انجمن دہلی۔

عالمینجا نواب رائے بشیر ناتھ صاحب اکڑ کٹوا انجمن درجہ اول رئیس دہلی۔
عالمینجا نواب لالہ سریدام صاحب ایم اے مولف تذکرہ خجاندہ جاوید۔ رئیس دہلی
عالمینجا کنور بدیری کرشن صاحب فروغ وکیل دہلی و رئیس سکندر آباد۔
عالمینجا نواب سید وحید الدین احمد صاحب بنجود۔ دہلوی۔

عالمینجا نواب لالہ سرکیٹ نداس صاحب ساہوگوڑوالے اونریری مجسٹریٹ و رئیس دہلی۔
عالمینجا نواب رائے بہادر لالہ شیو پرشاد صاحب رئیس دہلی۔

عالمینجا نواب شفا الملک حکیم صنی الدین احمد فاضل صاحب اونریری مجسٹریٹ دہلی۔
عالمینجا نواب سید محمد غوث صاحب غوث رئیس دہلی اونریری مجسٹریٹ ریاست بھرتپور۔
عالمینجا نواب بابو ہماراج کرشن صاحب رئیس دہلی۔

عالمینجا نواب لالہ راجندر صاحب آرن مرچنٹ و رئیس دہلی۔
عالمینجا نواب نپٹرت شونزین صاحب شرما وید دہلی۔

عالمینجا نواب بابو سہو لاناٹھ صاحب سب پوسٹما سٹر دہلی۔
عالمینجا نواب لالہ جہن لال صاحب رئیس دہلی۔

عالمینجا نواب مولوی محمد حیات بخش صاحب ساوکیل و شاعر و بار و مصاحب اعلیٰ سکر ریاست رامپور
عالمینجا نواب لالہ جہول صاحب رئیس دہلی۔

محررات ہدیری کرشن۔ فوٹو گرافی میں بنظیر ہے۔ جسکے معائنہ سے ہر شخص بلا مرد ستاد
اس فن کو حاصل کر سکتا ہے۔ قیمت فی جلد ۸ روپے محصول لاکھ

اُردو زبان کے خیالات پریشان کا جواب

فی زمانہ دنیا رسخن میں اُردو شعر کی کثرت اور علم و فن کی قلت نے ایک طرف تماشا دکھا رکھا ہے۔ ہر تک بند اپنے آپ کو شاعر بے بدل اور سخنور بے مثال سمجھ کر بجا خود اُستاد بننے کا دعوہ دیا رہا ہے اور بیشتر کمال شاعری کو اُس سے منسوب کیا ہے کہ کسی سربراہِ اُردوہ سخنور پر خواہ مخواہ نکتہ چینی کر کے کسی رسالہ یا اخبار میں اُسکو چھپوا دیا اور اُسکی اشاعت کے بعد اپنی خوشامدی جماعت احباب میں کامل الفن اور نقاد رسخن بن بیٹھے۔ اُسکی وجہ یہ ہے کہ اُن کا مبلغ علم اور کمزوری طبیعت اُنکے کلام میں وہ جدت اور خوبی پیدا نہیں کرتی جس سے اُنکی شہرت اور اُردو مقبولیت کلام کا اُنکے سرسہرا ہو۔ پس اُنھوں نے یہ ایک طریقہ اپنی تشہیر و اظہارِ قابلیت کا ایجاد کیا ہے۔ حالانکہ یہ مفہوم خود اُنکے لئے نہایت مضرت رساں ہے اور کبھی ایسے رکیک خیال سے اُمید فلاح کی نہیں ہے۔ بلکہ بجائے شہرت کے تنقید و حسد اور تعصب حاصل ہوتا ہے۔ اور پبلک میں ہدف تیر لامت بننے کے سوا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ جن کے دماغ میں یہ بات سما گئی ہے اُنکو تحصیل و توسیعِ فن میں کوششِ تبلیغ کرنی چاہیے جس سے وہ اپنے ناقابلِ قدر کلام کو عام نگاہوں میں با عظمت و قابلِ وقعت ثابت کر سکیں۔ اور اپنے وقتِ عزیز کو اُن قواعد کثیر الوجود کے مطالعہ اور استعمال میں صرف کریں جو واضعانِ فن نے وضع کیے ہیں۔ فی الحال ماہ نومبر ۱۹۰۹ء کے رسالہ کمالِ دہلی میں ایک مضمون بعنوان (اُردو کے خیالات پریشان) شائع ہوا ہے جو رسالہ کمال میں کلامِ صحیحے والوں کے لئے بطور ہدایت نامہ کے جناب لالہ لقا پر شاہ صاحب شاد میرٹھی ضبطِ تحریر میں لائے ہیں۔ لالہ صاحب موصوف نے متروکات و ممنوعات پر بحث کر کے اُردو زبان کو زیرِ بار منت بنایا ہے۔ منجملہ اُنکے لفظِ مسیحا میں الف مذکر مثل ولا۔ سا قیا۔

ناصحی کے متروک فرمایا ہے اور اس بحث میں یہ مطلع حضرت استاد جہاں فصیح الملک
داغ مرحوم کا قرار دیکر پیش کیا ہے۔

علاج درد دل تم سے مسیحا ہو نہیں سکتا تم اچھا کر نہیں سکتے میں اچھا ہو نہیں سکتا
مگر سالہ کمال دہلی مطبوعہ جنوری ۱۳۷۷ء میں جو لفظ مسیحا کی تحقیق کے عنوان سے
سید محمود حسن صاحب ثاقب دہلوی کا مضمون سامنے آیا تو اُسے رسالہ کمال میں
کلام بھیجنے والوں کے اُس اعتقاد کو جو شاد صاحب میرٹھی کے طبعی اختراع نے
غریبوں کو غلطی میں ڈال دیا تھا جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ ہمارے ذی عم دوست سید
ثاقب صاحب نے بحوالہ کلام اُستادہ نیز علمی دلائل سے لفظ ”مسیحا“ میں الف
نذ کو حرف علت کی طرح مٹا دیا۔ اور جناب شاد کی اس ہدایت کا بطلان کما حقہ کر دیا
بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ ثاقب صاحب نے اس لفظ کی تحقیقات کا شاد صاحب کو ایک
سبق دیدیا۔

وہ سری بات یہ کہ جناب شاد نے جو مطلع اُستاد داغ مرحوم کا پیش کیا ہے وہ کس
دیوان داغ میں اُنکی نظر فیض اثر سے گزرا ہے۔ ہم نے تو بہت کچھ دیکھا بھالا مگر کسی
دیوان میں اس کا وجود نہیں ہے۔ اس سے پہلے ہم اپنے معزز دوست حضرت مفضل
خیر آبادی سے اس مطلع کو سُن چکے ہیں۔ اُنھوں نے اپنا مطلع کہہ کر یہ مطلع پڑھا تھا۔ جو
غالباً اُنکے دیوان میں موجود ہے۔

علاوہ اسکے رسالہ فصیح الملک ماہ نومبر ۱۳۷۷ء کے دیکھنے سے واضح ہوا کہ رسالہ
ذکور کے صفحہ ۲۱۲ میں ہمارے برادر کرم حضرت حسن مارہروی نے نہایت تحقیق
کے ساتھ غمخیز فرمایا ہے کہ یہ مطلع جناب مفضل کا ہے حضرت داغ کا نہیں ہے۔ بلکہ اُنکی
غزل کا مطلع یہ ہے۔

اشارہ اُس نگہ کا روح افزا ہو نہیں سکتا کہ جادو گر سے اعجاز مسیحا ہو نہیں سکتا
لیکن افسوس ہے کہ اُس مطلع اُستاد مرحوم سے لفظ مسیحا میں الف نذ ابضیب کو کیسی
نہیں نکلتا۔ اگر شاد صاحب نے مطلع سابق کو کسی دیوان داغ میں دیکھا ہو تو براہ

مہربانی مطلع فرمائیں۔

یہاں تک تو لفظ مسیحی کی بحث نے جناب شاد کی سمع خراشی کی۔ اب اُسی تذکرہ
ممنوعات و متروکات میں جناب موصوف نے لفظ ”اور“ کی بابت ہدایت فرمائی ہے
اور یاد دی جتنے جتنے حضرت ضعیف الملک داغ دہلوی کا ایک شعر درج فرما کر
کہاں باغِ جنت کہاں باغِ پُرب کہاں بوسے گل اور بوسے محبت
فرمایا ہے کہ راقم الحروف کے خیال میں اس شعر میں لفظ ”اور“ ٹھونسنا ہوا اور بے جوڑ
معلوم ہوتا ہے۔ ہوا خواہ ان داغ مجھے معاف فرمائیں۔

اسکی نسبت گزارش ہے کہ جس روز سے مرزا داغ نے یہ شعر تصنیف فرمایا آج تک
سولے لالہ صاحب کے خیال کے اور کسی خیال کو یہ حوصلہ نصیب نہیں ہوا کہ اس شعر
میں لفظ ”اور“ کو بے جوڑا اور ٹھونسنا ہوا بتا دے۔ یہ خیال لالہ صاحب موصوف کا کسی
دلیل پر مبنی نہیں ہے۔ اور درحالیکہ دعویٰ بے دلیل ہے تو وہی میری مہنید جو شروع
میں لکھ چکا ہوں صادق آتی ہے۔ اور لالہ صاحب پر موقوف نہیں کوئی شخص ایسی
بیجا بحث سے دوسرے کی شہرت اور قابلیت میں دھبہ نہیں لگا سکتا۔ نہ اپنے
آپ کو مقبول خلافت بنا سکتا ہے۔

استاد داغ کے اس شعر میں جو ”اور“ لفظ خوبی اور حسن رکھتا ہے سچ یہ ہے کہ
اس کا لطف وہ پاکیزہ خیال اٹھا سکتے ہیں جنکو خدا نے اس حسن و پاکیزگی کے سمجھنے
کا سلیقہ دیا ہے۔ ہر شخص اور ہر طبیعت کا کام نہیں۔ خصوصاً وہ طبائع جو حسد اور تعصب
سے پاک نہیں۔ نواب ضعیف الملک داغ مرحوم جو اپنی نظیر آپ تھے۔ جنہوں نے اپنی
شہری اور پاکیزہ زبان سے اُردو کو آئینہ کر دیا۔ جنکی نازِ گیلی اور خوش کلامی
کی شہرت نے ضعیف الملک کا خطاب دیا۔ اور اس رتبہ پر پہنچا یا کہ کسی شاعر کو کہ
یہ مرتبہ خواب میں بھی نصیب نہیں ہوا۔ اُنکے کلام اور بندش اور محاورہ پر حرف زن
یونان شاہ صاحب میرٹھی کو کبھی نیکیا می اور شہرت کا متغہ نہیں دے سکتا۔ بلکہ اُسکے
خلاف جو کچھ اُمید کیجائے وہ تھوڑی ہے۔

میں اسی قسم کا مضمون رسالہ ”جلوہ یار“ میرٹھ میں لکھ چکا ہوں وہی کافی تھا
مگر رسالہ ”کمال دہلی“ میں چونکہ یہ مضمون شاد صاحب کا تھا اس لیے رسالہ مذکور
میں بھی بھیجنا ہوں تاکہ ناظرین شاد صاحب کے خیال کا بخوبی اندازہ کر سکیں۔

راقم خادم داغ

مکتبہ رسا شاعر و بار ریاست رامپور

عالمی نجات لینا فرحی و ہلوی استاد نہر پائین اصنا بہا رامپور قبا

اناک اندھ مجب و دغا در با ختی رفتی
حدیث بے ریائی ہائے کردارم نہ سنجیدی
امیدم بد بکشتی نجات خویش برداری
ربووی دل ز پہلو و آتش آذول کرتا زینش
بر جرم اینکہ با غیر آشتی کردم بہ تقلیدت
منی گویند تنہا این و آن خود نیز میدانی

مراد رشید و دام بلا انداختی رفتی
بقول افتزای مضتری پرداختی رفتی
مراد و رطہ بھر فنا انداختی رفتی
حرم خانہ ام از ہر چہ بد پرداختی رفتی
مراقبہ کردی غیر را بنواختی رفتی
حقوق خدمت دیرینہ ام شناختی رفتی

بازی گاہ عشقش فرحی برہمت نازم

متاع دین و دانش بلکہ سبخر با ختی رفتی

محو نظارہ رویت نظرے نیست کہ نیست ایضاً
اشک چشم آہ بدل خوں بجگر نالہ بلب
قافلہ شد زمینا نقش قدم با باقی ست
خفاک از ہم لطف تو نے نیست کہ نیست
منکہ با شتم کہ نرم لاف بہ آزادی دل

مست سودای جمالت بکسر نیست کہ نیست
پس بر پردہ نہاں پردہ دے نیست کہ نیست
اثرے راہرواں برگزے نیست کہ نیست
زخمی ناوکل نازت بگرے نیست کہ نیست
بہ حلقہ موئے تو سرے نیست کہ نیست

من نہ تنہا کرو لطف تو ام لے نواب

بندہ خلق تکوینت بشرے نیست کہ نیست

بلیک ورس

فضیح الملک "ماہر یہو کی تحریک پر جو بلیک ورس کے متعلق جناب منشی فاضل سید
اولاد حسین صاحب شاواں بگڑامی پٹنہ پر و فیسہ در سہ عالیہ ریاست بہار
نے ایک بالتصریح بحث کے ساتھ مضمون تحریر فرمایا جو وہ مجسہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے
حقیقت میں منشی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے خوب لکھا ہے۔ واقعی جناب کی محنت و تحقیق
قابلِ داد ہے۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ آئندہ بھی رسالہ کھانا کو اپنے پیش بہا منامین سے غروم
ذرا رکھیں گے۔" ایڈیٹر

آنا مکہ خاک را بہ نطفہ کیا کنند
آیا بود کہ گوشہ چشمے با آئند

فضیح الملک "نمبر ۱۲ جلد ۴ بابت ماہ دسمبر ۱۹۰۹ء میں ایک مضمون مولوی نجم الدین
صاحب کا میں نے دیکھا جس کا عنوان "افشاں پرواز این اردو سے ایک اہم سوال" ہے
اس مضمون پر براہِ دم جناب احسن مارہروی نے ایک ایڈیٹوریل نوٹ بھی تحریر فرمایا ہے
پہلے ہم اس نوٹ کو کہہ دیتا ہوں کہ اس پر اپنی مدخلے فاضل کا اظہار کریں گے
بعدہ اصل مضمون کی نسبت جو کہنا ہو گا عرض کرینگے۔

عبارت مختصر نوٹ

جناب احسن تحریر فرماتے ہیں کہ ایک ہمارے دوست نے "ہماری شاعری کے نئے نیمائیں"
کے عنوان سے اپریل ۱۹۰۹ء کے فضیح الملک میں "بلیک ورس" کو ایک نظم سمجھ کر پیش کیا
تھا اور اپنی رائے ظاہر کی تھی کہ اگر توسیع خیالات کے لئے اردو میں اس قسم کی نظمیں بھی

جانے لگیں تو بہت فائدہ پہنچے۔

جناب حسن نے اُس مضمون پر جو اے ظاہر کی تھی اُس میں ثابت کیا تھا کہ بلینک
ویس، انگریزی زبان کا نام ضرور ہے مگر اس رواج انگریزی سے پہلے فارسی میں موجود
ہے جسکو شرم جز کہتے ہیں۔

یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں پہلے ہمارا خیال تھا کہ ایشیائی علوم کی ادا قیقت کے سبب
سے اکثر انگریزی داں حضرات ایشیائی اصناف سخن کی حقیقت سے آگاہ نہیں۔ مگر اس
مضمون کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ شمس العلماء مولانا حالی بھی یہی خیال ظاہر فرماتے
ہیں کہ غرض جسکو انگریزی میں بلینک ورس کہتے ہیں از قیتم نظم ہے۔

رے حقیر

عام اس سے کہ بلینک ورس کا ترجمہ یا مقابلہ شرم جز ہو یا نہ انگریزی میں ضرور ایک
قسم نظم کی ہے جس میں قافیہ نہیں ہوتا ہے۔ زبان انگریزی میں بلینک کے معنی دم معرنی
از قافیہ اور ورس کے معنی نظم کے ہیں۔ چونکہ نظم انگریزی میں ایک چوتھی قسم گریمر کی ہے
اس لیے نفاذ انگریزی تحت بیان پڑا سکوڑ ہی دے علم العروص (گریمر) میں قواعد نظم
دیکھا کرتے کرتے ہیں۔ چنانچہ جے۔ سی۔ سنفلڈ صاحب بہادر سابق ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم
حکومت متحدہ نے بھی اپنی گریمر نمبر ۱۰ میں بلینک ورس کو تحت اقسام نظم تحریر فرمایا ہے۔ اور
ملٹن صاحب کی پیراڈائز لاسٹ سے اسکی مثال لکھی ہے۔ انگریزی میں بلینک
ورس کے منجملہ اقسام نظم ہونے میں کلام نہیں لہذا بلینک ورس کو نظم سمجھنا بہت درست
ہے۔ نوٹ کے بقیت، مور کی تحقیق آگے لکھو گا۔ طول نہ کر رہے بچنے کے لیے یہاں تک

اگر تاجول۔

انتباس مضمون مولوی نجم العنی صاحب مع رے حقیر

مولوی نجم العنی صاحب کا یہ فرمایا بہت درست ہے کہ نئی روشنی والے بموجب الناس
عابدین ملی کریم اندھا و عند تقلید انگریزی پہ مٹے ہیں۔ اور خذل ما صفا و دمع

مآلہ در پھل بالکل نہیں

اس میں بھی شک نہیں کہ فی زمانہ جذبات اور نچیل شاعری کی طرف طبیعتیں زیادہ مائل پائی جاتی ہیں مگر ہمارے اسلاف نے اس کام کو بھی باحسن وجہ کر دکھایا ہے۔ چنانچہ جناب میراٹیس صاحب نے اپنے مراثی میں صبح۔ شب۔ گرمی۔ بہار۔ صحر۔ اور بجائی بہن۔ ماں بیٹے۔ دولہا دلہن کی گفتگوؤں میں۔ اور منشی اسماعیل صاحب قنبر نے اپنی شہنوی سراج المصائب میں۔ تعریف صبح بنارس میں۔ اور جناب میر نے گھر کی خدمت میں کیا کیا انچرل سینریاں کھینچی ہیں۔ اور غزل گوئی میں میر وغالب اور ایک رنگ کے اشعار میں نے کیسے کیسے جذبات عاشقی کو نظم فرمایا ہے اور کیسے مؤثر اشعار کہے ہیں۔ انکی کس منہ سے تفسیر لیں کیجائے۔ یہ کہنا انصاف کا خون کرنا ہے۔ کہ ایشیائی شاعری ایسے امور سے خالی تھی۔ البتہ مغربی خیالات جو اب اردو کے سانچے میں ڈھالے جاتے ہیں یہ پیشتر نہ تھے کیونکہ اس وقت تک ہمارے ادراک مغرب کے درمیان تبادلہ خیالات کے ذرائع اچھی طرح حاصل نہ تھے۔ پھر لطیف یہ کہ یہ تقلید فارسی ہزاروں قیود کے پابند رہ کر اس وادی دشوار گزار کو بھی طے کیا ہے۔

بلینک ورس کی خواہش اردو میں بے جا ہے

اول تو ایک بات جو ایک ملک کے لوگ پسند کرتے ہوں اسے پسند کرنے پر دوسرے کیوں مجبور کیئے جائیں۔ ہماری طبائع اُن سے از روئے فطرت لمناظ اختلاف۔ بلاد و آب و ہوا مختلف ہیں جن چیزوں کو وہ حسن سمجھتے ہیں ہمارے نزدیک قبیح ہیں اور اسی طرح بائیں اسکے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ جن وقیع اشیا عقلی نہیں۔ اس واسطے حسن صدق وقیع کذب کے۔ بلکہ اختلاف عالم اختلاف طبائع ہی سے مستحکم ہے۔ اگر اختلاف طبائع نہ ہوتا تو تمام عالم کے انسان ایک صنعت ایک علم ایک پیشہ کو پسند کرتے۔ اور دوسری چیزوں کو ترک کر دیتے۔ جس سے ضروریات عالم میں خللی واقع ہوتا۔ اس اختلاف میں عجب صنعت باری ست۔ علی شانہ۔ اور ارتفاع حق اختلاف کا قدرت الہیہ ہے۔

بہرہ

جن اصول اور خصوصیات انکی کے ساتھ یورپ والوں کی نظمیں ہوتی ہیں ان میں

ان میں۔ کچھ کثرت اصول بوجہ اختلاف، طبائع ہماری طبیعتوں پر سخت گراں ہیں۔ چنانچہ
اوزان انگریزی کو دیکھ لیجئے۔ اور انگریزی پر منحصر کیا بعض کھور غریبہ بھی ہماری طبیعتوں
پر موزوں نہیں۔ ایسی خواہشات جیسا سے معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ ہم سے کہا
جائیگا کہ وزن انگریزی پر اردو میں غزلیں کہی جائیں۔ جب مجھ وہاں۔۔۔
ملک کے امزج و طبائع و آب و ہوا و اشیاء و اشکال وغیرہ مختلف ہونے لگے ہیں۔
پھر ایک ہی مرغوب چیزیں دوسروں کی پسند کیونکر ہو سکتی ہیں۔ ایسے امور کا ہلکا
پابند کرنا گو یا اصول نیچر کے خلاف ہم کو چلانا ہے۔

دوسرے یہ کہ زبان انگریزی کا قافیہ تنگ ہے۔ چنانچہ انگریزی میں سن (آفتاب)
بفتح اول کا قافیہ گوان (گیا) بروزن خوان اور فردا (چھا) کا قافیہ آر (ہیں) اور ٹپ
بالضم رکھنا) کا قافیہ منٹ بفتح (خروٹ) اور لارڈ کا قافیہ ورڈ (لفظ) لاتے ہیں۔
ٹیلیو ورڈس ورنڈ اور لارڈ ٹینس اور ایمرکسن اور لانگ فیلو کی نظمیں ملاحظہ ہوں۔
بوجہ ضرورت قافیہ ان الفاظ کے تلفظ میں تغیر کیا جاتا ہے۔ مگر نشر اور بول چال
میں یہی تلفظ بتایا جاتا ہے جیسا کہ میں نے لکھا ہے۔ میں بہت سی مثالیں لکھتا
مگر خیال انقباض طبائع اردو دانان زیادہ مثالوں سے احتراز کیا۔ جو لوگ انگریزی
پڑھے ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس طرح کے قوافی انگریزی میں کثیر الوقوع
ہیں۔ پھر ایک اسٹیرے میں نہ تعداد مصابیح کا انتظام نہ قوافی کا کوئی بندوبست
انہیں وقتوں نے انگریزوں کو نظم غیر مقفے کہنے پر مجبور کیا۔ برخلاف ہماری
زبان کے کہ ایک لفظ کے بکثرت قافے موجود ہیں۔ ہلکا کیا ضرورت ہو کہ ہم
نظم غیر مقفے کہیں۔ کسی بڑے سے بڑے مضمون واقعہ۔ اور تاریخ کو ہم بہت آسانی
کے ساتھ نظم کر سکتے ہیں۔ اور ایسے طولانی مضامین کے لیے شنوی اور مسدس
دارہ بہت وسیع ہے۔ کیا عجب ہے کہ شاہنامہ کی اتنی ضخیم نظم انگریزی میں
بلیٹک درس کی بھی نہ ہوگی۔

تیسرے یہ کہ ہم ایشیائی لوگوں کی طبیعتوں کو بوجہ انس و عادت قدیم جو

خط کہ نظم مقفی سے ہوتا ہے وہ نظم غیب مقفی سے نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ نظم بلینک درس کی طرف میلان نہیں ہے۔ کچھ نظمیں غیر مقفی جو اردو میں اب تک کہی گئی ہیں مرغوب طبع نہ ہونے سے انکو مقبولیت نہ حاصل ہوئی اور ان کا کوئی نام بھی نہیں لیتا ہے۔ سب سے زیادہ فائدہ نظم غیب مقفی کا یہ بیان کیا جاتا ہے کہ نظم میں وسعت اور سہولیت ہوگی۔ جب قید قافیہ ہکو وقت میں نہیں ڈالتی ہے تو وسعت و سہولیت ہی کیا ہوئی۔ بڑی بڑی ضخیم نظمیں ہونا دلیل عدم دشواری ہے۔ فارسی میں شاہنامہ حملہ حیدری۔ مرزا فتح بازل۔ اور دو تین جلدیائے مرانی انیس و دہر موجود ہیں۔ اگر سہولت بلینک ورس میں ہم تسلیم کر لیں تو سب سے زیادہ سہولت تشریں ہے اور یہ بلینک درس سے بھی آسان ہے۔ کیونکہ نظم غیر مقفی میں وقت وزن پھر بھی رہتی ہے پس معلوم ہوا کہ محض سہولت کوئی چیز نہیں بلکہ مرغوب طبع ہونا بھی ضرور ہے باوجود قیود پابندی جناب میر انیس نے وسیع میدان مرثیہ میں پھر ل شاعری کو ٹھیک موافق ہل چال کے نظم کہے دکھا دیا۔ چنانچہ مولوی حالی فرماتے ہیں کہ اگر فردوسی لکھنؤ میں ہوتا تو انکی تقلید کرتا۔ اور جناب سنہری فرماتے ہیں کہ مرثیہ انکی طرح کسی نے عربی و فارسی و انگریزی میں بھی نہیں کہا۔ پھر تائے قید قافیہ کیا خرابی لاتی ہے۔ بہر طور پہلے بلینک درس کی خوبی اردو میں ثابت کی جائے اور اسکی ناگواری کو ہماری طبیعتوں سے دور کر کے ہمیں اس سے مانوس بنایا جائے تو پھر ہکو نظم غیر مقفی کہنے میں کیا غدر ہو سکتا ہے۔ نظم بلا قافیہ ہماری چڑ نہیں ہے۔

اگر اسی وقت سے نام برآوردہ انتخاب نظم بلا قافیہ کہتے رہیں بلا اسکے کہ اسی وقت سب کو متفق کرنے کی فکر کریں تو آئندہ جب ہماری طبیعتیں اس سے مانوس ہو جائیں گی اور ہمارا توحش و وجود گلیا۔ اس اس کی خوبی ہماری سمجھ میں آگئی اور مقبولیت عام کا خلعت اس کو مل گیا۔ اپنے آپ نظم غیب مقفی کا رواج ہو جائیگا۔ اس وقت متفق بنانے کی کیوں فکر ہے۔ وقت ایجاد سب اس سے موافق نہیں ہو ا کرتے ہیں۔ آئندہ سنوں کے مرغوب طبع اگر ایجاد ہوتی ہے تو شائع ہو جاتی ہر روز نہیں۔

دیکھئے پہلے عبارت معنی و پر شوکت الفاظ کو لوگ بہت پسند کیا کرتے تھے۔ مگر اسی زمانے میں جناب غالب مرحوم نے مخطوطہ زود ترہ اردو میں لکھنا شروع کئے۔ وہ بھی نہ بوجہ رغبت طبع بلکہ بہ مجبوری چنانچہ خود اس رنگ کی عبارت کو بوجہ ضعف قضا جسمانی لکھنا ارشاد فرماتے ہیں گلاب وہی رنگ عام پسند ہو گیا۔ اور اس طرح کی عبارت کو منسجھاتا ہے۔

بلیک ورس و نثر مزج

بلیک ورس کا مترادف نثر مزج کو جناب شمس العلماء مولانا حالی تو برابر حسن معلوی بنجم الغنی صاحب تینوں اشخاص سمجھتے ہیں۔ اور وزن بجز کا ہونا بھی نثر مزج نہیں تینوں بزرگوار تجویز فرماتے ہیں۔ مگر مولانا حالی صاحب اسکو از قلم شمار کرتے ہیں اور باقی دونوں صاحب پنجاب قسام نثر۔

ان تینوں بزرگوں نے جو تعریف کہ نثر مزج کی تسلیم کی ہے مجھے اُس سے اختلاف ہے۔ اس وجہ سے بلیک ورس اور شہر مزج میرے نزدیک ہم معنی الفاظ نہیں کیونکہ بلیک ورس کا انگریزی میں از قلم نظم ہونا میں ثابت کر چکا ہوں۔ اور نثر مزج از قلم شہر ہے۔ پس اُس میں وزن بجز نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ کلام کی دو ہی قسمیں ہیں ایک نظم اور دوسری نثر۔ جو کلام نظم ہے وہ نثر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ دونوں دو متقابل چیزیں ہیں نظم میں وزن بجز معتبر ہے اور نثر میں نہیں۔ لہذا جو کلام میں وزن بجز ہو گا۔ عام اس سے کہہ سکتے ہیں قافیہ ہونا نہ ہو وہ نثر نہیں کہا جاسکتا۔ مزج کو نثر کہنا اور اسکو از قلم نثر کہنا خود دلیل اس امر کی ہے کہ اُس میں وزن بجز نہ ہونا چاہیے۔ ورنہ نثر کہنے کے کیا معنی ہونگے۔ اگر نظم و نثر میں فرق وزن بجز نہیں ہے تو ان دونوں میں بہ الامتیاز پھر کوئی شبہ نہ ہوگا۔ قافیہ و نثر میں بھی ہوتا ہے۔

میرے نزدیک جو لوگ کہ تعریف نثر مزج میں وزن نہ سے مراد وزن بجز لیتے ہیں غلطی کرتے ہیں۔ بلکہ یہاں وزن غرض معنی مراد ہے چنانچہ عجمہ الزمان معنی مقدمات منظری میں تعریف نثر مزج یوں تحریر فرماتے ہیں ”در اصطلاح اہل انداز مزج کلامیست

منشور کہ وزن وارو وسیع مادہ پنجوں عزیزا صرف اوقات بے فکر و اہم کار سازہ و خراج
انفاس خبر ذکر قارو کر و کار مضرت تمام و حسہ کمال داروہ اور فرہنگ اندراج میں لکھا
ہے ”مرجز بڑے مجمع کلمہ نوعی از شعر۔ و با صطلح اہل انشا سے از سہ اقسام شعر۔ کہ مرجز
و مسجع و عاری است۔ پس مرجز شعرے ہاں کہ کلمات فقرتین اکثر جا با ہمہ جوڑن باشند
در تقابل یکدیگر بدون رعایت مسجع۔ مثال۔ خیال ناظم بے تعلق قامت دلرباے ناموزون
و قیاس ناثر بے متک کمال مومیائے نامرطوبہ اور یہی مسلک مصنفین غیاث و انشا
فیض سان و احسن القواعد کا ہے۔ دیکھئے صرف و خراج۔ اوقات و انفاس بے
و خبر فکر و ذکر۔ و اہب و قارو و کار ساد و کر و کار۔ اور اسی طرح دوسری مثال میں
الفاظ متقابلہ فقرتین میں وزن عروضی ہے اور قافیہ نہیں ہے۔ اور فقرات امشدہ
موزوں بھی نہیں ہیں۔

تعریف فرہنگ اندراج میں نوعی از شعر سے مراد یہ نہیں کہ شعر مرتز میں
وزن بحر ہوتا ہے بلکہ لفظ مرتبہ بلا قید لفظ شعر کے نسبت کہتے ہیں کہ جو شعر بحر جز میں
ہو اس کو مرتبہ کہتے ہیں۔ اور یہی معنی لغوی و وضعی ہوائے ہیں۔ بعدہ معنی اصطلاحی
نشر مرجز کو سمجھئے۔ اقسام شعر بتا کر اور لفظ فقرتین لاکرا و مثال کلام منشور سے دیکھ
واضح کر دیا کہ مرجز شعر ہے اور اس میں وزن بحر نہیں ہوتا ہے۔ نظر لفظ ہم دونوں
کا وجود ایک ہی عبارت میں متعاضد نہیں۔ کیونکہ وزن ہی شعر کو شعر سے جدا کرتا ہے
شعر کی تعریف میں قید مقفیٰ۔ اور شعر مرجز کی تعریف میں قید وزن ہے
بہتوں کو دہو کے میں ڈال دیا ہے۔ جسکی وجہ سے تجویز وزن بحر بھی کرتے ہیں اور شعر
بھی سمجھتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے انشا پر دازان اردو نے نظم بلا قافیہ کہی۔ یہاں تک
کوئی مصنف نہیں لیکن اس کو شعر مرجز سمجھنا سخت غلطی ہے۔ اس پر طرہ یہ کہیا کہ
الفاظ متقابلہ فقرتین کے جوڑن عروضی ملاسنے کو بھی ترک کر دیا۔ جسکے بعد
نشر مرجز ہو ہی نہیں سکتی ہے۔

کوئی ان سے پوچھے کہ تعریف شعر مرجز میں کلام فقرتین کے متقابلہ جوڑن

سنے کیا ہیں۔ اول تو لفظ کلمات لانے کی کیا ضرورت تھی۔ دوسرے اگر وزن سے مراد وزن بحر ہے تو تقابل میں ہموزن کیوں کہہ۔ اس لیے کہ شعر کا دوسرا مصرع مقابل پہلے مصرع کے ہموزن ہی ہوتا ہے۔ ایسا نہیں ہوتا ہے کہ پہلے مصرع سے دوسرے مصرع کا وزن مختلف ہو۔

تینوں صاحبوں کی تعریف میں نہ مرجز سے علاوہ مطالع کے دیکھتے مطالع کے دونوں مصرعوں میں قافیہ ہوتا ہے ہر شعر غزل قصیدہ اور قطعہ کا نہ مرجز ہے۔ اور کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ اور غزل و قصیدہ و قطعہ منجملہ اقسام نظم ہیں پس ایک ہی وقت میں نظم بھی ہوئی اور نہ بھی۔ اور یہ محال ہے۔

جناب مولوی نجم الغنی صاحب نو نثر مرجز میں وزن بحر راتے ہیں اور فقرتیں متعابلیتیں کا ہونا بھی ضروری نہیں سمجھتے ہیں۔ انکی تعریف سے جب تقابل بھی نہ رہا تو پھر ہم ہر صفت لطم کو بلحاظ ہر مصرع نثر مرجز کہنے کے مستحق ہیں اور انھوں نے خود یہی آیات کے ایک ایک مصرع لکھے ہیں اور ان کو نثر مرجز مانا ہے

تعریف نثر مرجز میں مولوی صاحب نے ارشاد فرمایا ہے کہ ”ہر فقرہ وزن کہتا ہوا و قافیہ ہو“ اور آپ کی تحریر سے فقرہ متعابلی غیر ضروری ٹھہرتا ہے تو قافیہ ہونے یا نہ ہونے کا لحاظ کس چیز سے کیا جائے گا۔ اور تعریف نثر مرجز میں قید قافیہ نہ ہونے کی بیکار ہو جائیگی ناظرین میری تحریر کو غور سے ملاحظہ کریں۔

جب میں یہاں تک لکھ چکا تو چار شہرت مرزا قلیل کی مل گئی۔ انھوں نے یہ تعریف اور مثال لکھی ہے ”مرجز نثر ہے باشد کہ از قافیہ پاک بود اما فقرہ اولاً با فقرہ ثانیہ مساوی الوزن باشد۔ مثال چشم کوکب مشتاق فیض از جمال پاک آن اختر لشکرست + و دست دولت خجستہ خیر اعطائے عام آں در احشمت است“ یہ بھی وزن سے مراد وزن عروضی ہی لیت ہیں۔ اور مثال بھی نثر سے دی ہے۔ امثالہ نثر مرجز کے الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وزن سے مراد وزن صرفی ہے مگر سب مع موازنہ کی مثال میں جو شعر خاقانی کا آگے آئے گا اُس میں جگر کے مقابل و ہموزن تھا ہے۔ اور جگر و ظاہر میں وزن

صرفی نہیں ہے بلکہ وزن عروضی ہے۔ خواہ وزن عروضی ہوتا ہو یا وزن صرفی نہر مزج میں وزن بجز نہیں ہوتا۔

تعریف شعر

اب رہا یہ امر کہ قافیہ حد شعر میں جیسا کہ بعض اساتذہ عروض نے تعریف شعر لکھی ہے آیا تحقیق نفس شعر میں قافیہ شرط ہے یا نہیں اس بارے میں محققین فن عروض کی یہی رائے ہے کہ تحقیق نفس شعر قافیہ پر مبنی نہیں ہے بلکہ وہ ایک امر عارضی ہے ورنہ تعریف شعر ناقص ہوگی۔ کیونکہ فرد پر جو منجملہ اقسام شعر ہے صادق نہ آئیگی۔ اور تعریف کو جامع اور مانع ہونا چاہیے۔

محقق طوسی علیہ الرحمۃ نے معیار الاشعار میں شعر کی تعریف کلام موزوں مخیل فرمائی ہے اور قافیہ کو داخل شعر نہیں سمجھا۔ اور سکاکی نے بھی اسی قول کو مفتاح العروض میں ترجیح دی ہے۔ ان محققین کے قول سے ہر وہ کلام کہ جس میں وزن بجز پایا جاتا ہو اور قافیہ چاہے ہو یا نہ ہو نظم ہی ہے۔ اس تعریف سے بلینک درس یا نظم غیر مقفی داخل نظم ہے۔ مگر شرم جز کہ جس میں وزن بجز نہیں ہوتا ہے داخل نظم نہیں ہو سکتی ہے۔ پس یہ ارشاد جناب حالی کا کہ بلینک ورس یا نظم غیر مقفی داخل نظم ہے بہت درست ہے مگر تفسیر بلینک درس کی نہر مزج کے ساتھ صحیح نہیں۔

سجع موازنہ

اگر الفاظ متقابلہ ہوں وزن عروضی میں وزن بجز بھی پایا جائے تو اسے سجع موازنہ کہتے ہیں (اور یہ صنعت قصیدہ یا غزل کے کسی شعر میں بھی ہوتی ہے) چنانچہ سکاکی تلخیص المفتاح میں اور میر تقی میر الدین فقیر دہلوی صدائق البلاغت میں یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ کل الفاظ و فقرہ نہر یا مصرع نظم کے بر سبیل تقابل وزن میں متحد اور وی میں مختلف لانے کو سجع موازنہ کہتے ہیں اور یہ کہ منہ نہر تر صبیح ہے سجع متوازی میں۔ (یہاں بھی اتحاد وزن سے مراد وزن عروضی ہے۔ ورنہ ایک شعر کے دو مصرعوں میں متحد الوزن کہنے کی ضرورت ہی نہ تھی)۔ کیونکہ شعر کے دونوں مصرعے ہوں وزن ہی ہوا کرتے

ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید و فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے وَآتَيْنَاهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَبِينَ وَهَدَيْنَاهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ہر لفظ پہلی آیت کا دوسری آیت کے ہر ہر لفظ کے ساتھ علی المستغنیب ہوزن ہے مگر دونوں آیتوں میں وزن بجز نہیں۔ اور نظم میں یہ شعر حسان العجم خاقانی کا۔

رشد نظم من خور و حسان ثابت راجگر دست نثر من زند سبحان اہل افغا
علاوہ اسکے کہ یہ شعر بحر اعلیٰ مخدوف میں ہے۔ رشد کے مقابل دوسرے مصرع میں
دست رشد کا ہوزن۔ اور اسی طرح نظم۔ نثر۔ خور۔ وزند۔ حسان۔ و سبحان۔ ثابت
و وائل۔ جگر و قفا۔ باہر مگر وزن عروضی رکھتے ہیں۔ مگر ہم قافیہ نہیں ہیں۔ تعریف نثر مگر جز
میں وزن و قافیہ کے۔ تعریف نثر مگر جز میں وزن و قافیہ کے یہی معنی ہیں پس نثر
مگر جز و سجع موازنہ میں نسبت عموم خصوص من وجہ ہے کیونکہ سجع موازنہ نثر و نظم دونوں
میں پائی جاتی ہے۔ اور مگر جز صرف نثر میں۔ مگر جز کو نثر کہنا اور پھر اسے نظم سمجھنا میرے
نزدیک بڑی غلطی ہے نثر کا نظم نہ ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے۔ کیونکہ میں نے اوپر
ثابت کر دیا ہے کہ نثر مگر جز بایں تخلیق کہ قسم نثر ہے اس میں وزن بجز نہیں ہو سکتا۔ اور
یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ قافیہ کے بغیر بھی وجود شعر پایا جاتا ہے۔ اور قافیہ شعر کے لئے
ایک امر عارضی ہے۔ نظم و نثر میں شے ماہ الامتیاز سولے وزن بجز کوئی دوسری چیز
نہیں۔ کیونکہ وزن بجز مع القافیہ لے کلام کو اگر شعر کہیں تو یہ معنی فرد پر صادق نہیں آتے
حالانکہ فرد شعر ہے۔

میرا خیال یہ ہے کہ کلام موزوں غنیہ مقفیٰ کو داخل نظم اور خارج از نثر مگر جز
ثابت کرنے میں میں نے ایک حد تک کامیابی حاصل کر لی ہے۔ جسکو مولوی صاحب نے
دشوار فرمایا تھا۔

بلینک درس اور نظم غیر مقفیٰ ہم معنی و مترادف الفاظ ہیں مگر بلینک و ریک مترادف
نہ سجع موازنہ ہے اور نہ نثر مگر جز سجع موازنہ میں کلمات متقابلہ کا ہوزن بر وزن عروضی
ہونا شرط ہے اور وزن بجز بھی اس میں پایا جاتا ہے۔ اور بلینک و ریک صرف

وزن بجز ہوتا ہے اور شعر میں تقابل و وزن شرط ہے اور وزن بجز ہوتا ہے۔ پس
نثر مرجز اور بلنیک ورس میں یون بعید ہے۔ اس سے توسیع موازنہ ہی قریب ہے۔
رے حقیر بر متعلقات مضمون جناب مولوی نجم الغنی صاحب
جناب مولوی صاحب نے بجائے سہ قسام نثر ایک چوتھی قسم مفی اور لکھی ہے۔ حالانکہ
مقفے کوئی مستقل قسم نثر کی نہیں بلکہ سجع میں داخل ہے۔ چنانچہ علامہ سکاکی تلخیص
میں فرماتے ہیں السجع هو فی النثر كالقافية فی الشعر سجع کی تین قسمیں ہیں۔
مطرف و مرقع و متوازی۔ متوازی کی ایک صورت مقفی بھی ہے۔ فقیل عبد الرزاق
و صاحب غیاث و مولف فرہنگ اندراج و مصنف انشائے فیض ساں۔ و جامع حسن
القواہد لے اور ملا حسین واعظ کاشفی نے بریج الافکار میں صرف اقسام ثلاثہ مذکور
کو اقسام نثر لکھا ہے۔

سجع کی تعریف اور امثال بھی سہواً غلط تحریر فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ سجع
وہ نثر ہے کہ الفاظ فقرتین وزن میں برابر ہوں اور حرف آخر میں بھی موافق ہوں۔
یعنی پہلے فقرے کے تمام الفاظ دوسرے فقرے کے تمام الفاظ سے وزن و حرف آخر میں
موافقت رکھتے ہوں جیسے۔ کان ملاحات معدوم میان الخ اور جان صباحت موسوم
وہاں الخ۔ نہیں معلوم کہ مولوی صاحب نے اس تعریف سجع میں وزن سے مراد وزن
بجز کیوں نہ لی۔ اسی طرح نثر مرتبہ میں بھی وزن سے مراد وزن صرفی یا عروضی ہی ہے۔
تعریف سجع جو مولوی صاحب نے لکھی ہے یہ تعریف ترصیع ہے۔ جو سجع کی تین
قسموں میں سے ایک قسم ہے۔ اور سجع ان تینوں قسموں کے شامل ہے۔ اور سجع کی تعریف
یہ کہ پہلے فقرے کے آخر کا کلمہ دوسرے فقرے کے آخر کلمہ سے حرف آخر میں موافق ہو
اور یہ تعریف فقیر دہلوی نے لکھی ہے۔ اور قلیل کہتے ہیں۔ سجع وہ نثر ہے کہ آخر فقرہ
میں ایک لفظ لائیں اور مقابل اُس لفظ کے دوسرے فقرے میں ایک لفظ ہو کہ روی و
ردف یا رد فین و تاسیس و خیل و حرف وصل وغیرہ میں اُس لفظ کے ساتھ موافق ہو۔
اور مقید کسی وزن کے ساتھ نہ ہو۔ جیسے قاصد تمنا خط لایا۔ اور تمنا اپنی نام نہ نہ لایا۔

الف اول لایا اور سنایا کارومی ہے اور موافق ہے مگر وزن لایا اور سنایا کا مختلف ہے۔
مختصر تعریف ہر سہ اقسام نشر کی ملا حسین و اعظم کا شفی نے مہرلج الافکار میں یوں
تحریر فرمائی ہے۔ مسجع وہ نشر ہے کہ جس میں قافیہ ہو اور وزن نہ ہو۔ اور رجز وہ نشر ہے کہ
جس میں وزن صرفی یا عروضی ہو اور قافیہ نہ ہو۔ اور عاری وہ نشر ہے جس میں نہ وزن
ہو اور نہ قافیہ۔ ان تینوں نظروں کی تعریف میں وزن سے مراد کہیں بھی وزن
نہیں۔

جناب احسن کے نوٹ سے اس قدر استنباط ہوتا ہے کہ اُن کے کسی دوست نے
بلیک وڈس نے نظم غیر مقفی کے اردو میں کہے جانے کی خواہش ظاہر کی ہے۔ عام
اس سے کہ وہ منہ مشمر جز ہو یا کوئی دوسری چیز۔ یا پیشتر سے نظم غیر مقفی کا وجود
فارسی میں پایا جاتا ہو یا نہ پایا جاتا ہو۔ آپ کا جوابی چاہے بلیک وڈس کا نام رکھئے
مگر اس امر میں اسلئے ظاہر کرنا چاہئے تھی کہ بلیک وڈس کے اردو میں کہے جانے کی
ضرورت ہے یا نہیں اور اس سے نظم اردو میں سہولت یا وسعت ہوگی یا نہیں۔

نوٹ اور مضمون دونوں میں اس امر پر زیادہ زور دیا گیا ہے کہ بلیک وڈس
نثر مرجز ہے اور اس کا وجود ہمارے یہاں پیشتر سے فارسی میں پایا جاتا ہے۔ اس
پہلو پر بحث نہیں کی گئی کہ آیا نظم بلا قافیہ مشرقی لوگوں کو مرغوب ہے یا نہیں۔ اور
نظم غیر مقفی کہنے سے کچھ سہولت و وسعت معتد بہ ہوگی یا نہیں۔ میرا مضمون ان
دونوں پہلوؤں کو بھی لئے ہوئے ہے۔

زبان پابند قواعد نہیں

مولوی صاحب یو بہت صحیح ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک زبان کی تقلید دوسری زبان میں
پورے طور پر نہیں ہو سکتی ہے گو وہ زبان اُس زبان کی ماتحت زبان ہی کیوں نہ ہو۔
کیونکہ ہر زبان کی کچھ خصوصیات ذاتی بھی ہو ا کرتی ہیں۔ خصوصاً اردو کہ یہ ماتحت
عربی و فارسی و بجا کا و سنسکرت ہے۔ اور اصل میں پراکرت میں اسما و محاورات عربی
و فارسی رفتہ رفتہ شامل ہوتے گئے ہیں لہذا قواعد پراکرت کے زیادہ تر اردو میں

پائے جاتے ہیں۔ مگر جبکہ ہمارے جدید روشن خیال اشخاص مغربی تعلیم کے دلدادہ ہیں اسی قدر ایشیائی تعلیم کے طرفیتہ اپنی مشرقی تعلیم پر مستند ہیں۔ چنانچہ جناب آغا رفیق صاحب بلند شہر کی ”فضیح الملک منبر الجلام میں تذکیر تائیت الفاظ عربیہ مروجہ زبان اردو سے بحث کرتے ہوئے قاعدہ کلیہ عربیہ کل الجملی معقونث کا پابند ہوا اردو میں بھی کرنا چاہتے ہیں۔ اس قاعدہ کلیہ کے لحاظ سے علاوہ اس جمع کے کہ جس کا مفرد مؤنث ہو ہمیں ہر ایسی جمع کو بھی مؤنث ہی ہونا چاہیئے کہ جس کا مفرد مذکر بھی ہو۔ کیونکہ کلیہ بلا کسی قید کے ہے اس لحاظ سے اوراق اوصاف۔ اوقات بھی مؤنث ہی ہونگے۔ حالانکہ جناب احسن نے فضیح اللغات میں ان جمہول کو مذکر لکھا ہے۔

جناب والا زبان قواعد کی پابند نہیں اور قواعد پابند زبان ہوتے ہیں۔ زبان قواعد سے مقدم ہے اور قواعد زبان پر بنائے جاتے ہیں۔ پھر کیوں آپ زبان کو قواعد کے تحت میں لاتے ہیں۔ تذکیر و تائیت ہوا کوئی دوسری بات متعلق زبان اس میں بول چال کی پابندی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے ایک مدت بعد جب زبان میں تغیر ہو جاتا ہے (اور تذکیر و تائیت میں زیادہ ہوتا ہے) لہذا ضرورت اس کی ہوتی ہے کہ قواعد میں ترمیم ہوتی رہے۔

یہ خیال صحیح نہیں کہ الفاظ عربیہ لائح اردو میں اعتبار قواعد عربی کا کیا جائے اور نہ ایسا کسی زبان میں ہوتا ہے۔ کلاس انگریزی زبان کا لفظ ہماری زبان میں کھل مل گیا۔ ہم اسکو مذکر بولتے ہیں۔ لیکن انگریزی میں وہ (ذیوٹ) ہے۔ یعنی نہ مؤنث نہ مذکر۔ انگریزی مذکر کے لئے (ہی) اور مؤنث کے لئے (شی) اور نیوٹ کے لئے (ایٹ) ضمائر ہیں اور ہمارے ہاں یہ تیسری قسم ضمیر کی ہے ہی نہیں۔ تو چونکہ کلاس انگریزی بسے اردو میں آیا ہے لہذا اصل انگریزی کے تلفظ کے لئے اب ہم ایک ضمیر نیوٹ ایجاد کریں۔ فارسی کے افعال میں تذکیر و تائیت نہیں ہے۔ مگر عرب جو اسکا کہ فارسی سے اپنی زبان میں لے گئے ہیں مثل فیل و نر جس وغیرہ ان اسکا کہ

ساتھ اپنے قرارداد کے موافق فعل مذکر یا مؤنث لاتے ہیں اگر اصل کا لحاظ کیا جاتا تو چاہئے تھا کہ عربی میں ایسے افعال بھی ایجاد کرتے کہ وہ نہ مذکر ہوتے اور نہ مؤنث ۔ *

اسی طرح اردو میں بھی الفاظ عربیہ کی تذکیر و تانیث بلحاظ روزمرہ اردو ہونا چاہئے عام اس سے کہ موافق عربی ہو یا نہ ہو۔ چونکہ یہ مسئلہ میری بحث سے خارج ہے۔ لہذا زیادہ توضیح کی ضرورت نہیں افراط و تفریط ہر دو گروہ کے ذکر میں یہ بحث بھی ضمنی آگئی۔ اکثر لوگ اس مغالطہ میں پڑے ہوئے ہیں اور قواعد کو اصل سمجھتے ہیں۔ حالانکہ زبان کے پابند قواعد ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ جب قواعد سے احصار نہیں ہو سکتا ہے اور زبان میں اُس بنائے ہوئے قاعدے کے خلاف بھی پایا جاتا ہے تو مجبوراً شاذ کہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر قواعد اصل ہوں تو شواذ سب غلط ٹھہریں گے۔

علم منحصر بزبان عربی نہیں

ہمارے اولد فیشن کے لوگ علم کو منحصر عربی میں سمجھتے ہیں۔ آخر کس وقت میں معانی بیان وغیرہ علوم کی تدوین نہ تھی۔ اُس سکوزبان پر لحاظ اور غور کر کے قواعد بلاغت ایجاد کیے۔ کیا اب یہ ممکن نہیں کہ بلا استداعربی کوئی صحیح الدماغ قواعد بلاغت اردو میں بھی ایجاد کر سکے اور نئی اصطلاحیں اردو کے پئے کھالے میرے نزدیک تو فیضاً الکی میں کمی نہیں آئی ہے اور اب بھی موجد ہونا ممکن ہے۔ یہ امور یعنی ایجاد و فنون و صنائع۔ نبوت نہیں ہیں !

آیات نہ نثر مرتبہ ہیں۔ اور نہ شعر

جن آیات کو جناب مولوی صاحب نے نثر مرتبہ کہا ہے وہ نثر مرتبہ نہ ہیں۔ اول تو نثر مرتبہ میں وزن بحر نہیں ہوتا ہے۔ جیسا کہ میں پہلے ثابت کر چکا ہوں۔ اور ان آیات میں وزن بحر موجود ہے۔ دوسرے ان کا فقرہ متقابلہ نہیں ہے۔ جس سے یہ دیکھا جائے کہ الفاظ متقابلہ وزن میں متحد ہیں یا نہیں اور قافیہ پایا جاتا ہے یا نہیں۔ کہ

حکم مرجع لگایا جاسکے۔ (۲) اور شعر اس وجہ سے نہیں کہ شعر بحر مسدس میں چھ رکن پر اور مثنیٰ میں آٹھ رکن پر تمام ہوتا ہے اور ان آیات میں ایسا نہیں ہے لہذا کوئی آیت بھی ان میں سے شعر نہیں کیونکہ ہر آیت مرقومہ میں یا تین رکن ہیں یا چار رکن۔ حاصل یہ کہ مصرع پر شعر کا اطلاق نہیں ہوتا ہے اور یہ سب آیات مصابیح مختلفہ ہیں قرآن شریف میں دو مصرعے ہمزون یا معنی ایک ساتھ برابر برابر کچھ نہیں ہیں ایک جگہ یہ جزو آیت دوسرے پارے کے آخر میں موزوں ہے۔

يَا نَتِيكُم التَّابِيَتُ فَيَدُ سَكِينَةً مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَهُ مِمَّا تَرَكَ
جو کبریا کا مل میں ہے۔ اور وزن اس کا۔ مستفعلن مستفعلن متفاععلن مستفعلن
مستفعلن متفاععلن ہے یہ شعر اس وجہ سے نہیں ہے کہ جزو آیت ہے اور بغیر
اول و آخر کچھ ملائے ہوئے اُسکے معنی ناتمام ہیں۔ چنانچہ شروع اس آیت کا یہ
ہے وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْكِتَابُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ
أَوْ يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ فِي لَيْلٍ خَالِدًا سَاقِيًا اَلَمْ يَكُنْ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ الْكُرْسِيُّ
الْيَوْمَ يَوْمَ يَكُونُ لَكُمُ الْمَوْتُ اَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ الْيَوْمَ يَوْمَ يَكُونُ لَكُمُ الْمَوْتُ
آخر سورہ تحریم میں۔

مَسْلُومَاتٌ مِّنْ مَّنَاقِبَتِكَ تَبْتَ عَمَلَاتٌ سَمَّيْتُ
بحر رمل میں ہے بروزن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن دوبارہ جبکہ دونوں مصرعوں کے
آخری تہ کو مثنویں پڑھیں اور اگر ساکن پڑھیں تو بروزن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن
ہوگا۔ اور اس آیت کی بھی وہی حالت ہے چنانچہ اس کا اول عسلی ربہ ان طلقکت
ان یبدلہ اذواجہا خیرا امنکن اور آخر اس کا تَبْتَ و ابکارا ہے اور بغیر اول و
آخرے ہوئے آیت سے معنی مستقل و مفید پیدا نہیں ہوتے۔

اور تیسری جگہ یہ جزو آیت پارہ آلم بعد نصف میں ہے۔
ثُمَّ اقْرَءْهُمْ ذَاتَهُمْ تَشْهَدُونَ ثُمَّ أَنْتُمْ هُمْ لَأَنْ تَقْتُلُوهُمْ
اس آیت کا بھی تعلق اول سے اور آخر سے ہے جب تک انفسکم نکلیا جائے
بے معنی ہے۔ پس یہ سب آیتیں بھی بوجہ کلام مفید ہونے کے کلمات ہیں اور بغیر

انضمام بعض الفاظ دیگر معنی تمام نہیں ہوتے۔ اس بنا پر یہ کلام ہی نہیں ہیں۔ چہ جائیکہ شعر۔ کیونکہ شعر کو کلام موضوع ہونا چاہیئے۔ کلام غیر مفید کلام ہی نہیں اور جب معنوں کا لحاظ نہ کیا جائے تو ہر نثر سے جتنے شعر جی چاہے نکال لو۔

ناظرین غور فرمائیں کہ یہ استدلال میرا اگر صحیح ہو تو میں نے یہ بات بالکل نئی نکالی ہے اور یہ جواب کسی نے آج تک نہیں لکھا ہے۔ عمدہ و قصیدہ و سوراہ ب جتنے جو آ دیئے جاتے ہیں سب ناکافی ہیں کسی شعر میں جب وزن موجود ہے تو حقیقہ شعر ہے چاہے عمدہ و قصیدہ ہو یا نہ ہو۔ اور اسی طرح سوراہ ب سے آیت کو شعر کہنا جبکہ وہ شعر ہو شعر ہونے سے خارج نہیں کرتا۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ ناظرین میرے اس مضمون میں بہت سی نئی باتیں پائیں گے اور بعض امور غیر حل کو اس میں حل دیکھیں گے۔

قید قصیدہ و شعر

بعض مصنفین فن عروض نے بالغ نظری سے کام نہ لیکر تعریف شعر میں قید قصیدہ قائل لگا کر شعر بلا قصد کو شعر نہیں مانا ہے۔ اور یہی اُنکی کم توجہی ہے۔ جب اُس میں وزن شعری موجود ہے تو وہ شعر بھی ضرور ہے۔ فرض کرو کہ ایک شعر جو حقیقہ بلا قصد نظم ہو اور وہ کسی وقت ہمارے سامنے آئے اور ہکو کوئی علم قصیدہ یا غیر قصد کا ہو تو باوجود وزن شعر نہ کہا جائیگا تو اور کیا کہا جائیگا۔ میرے نزدیک وہ شعر ضرور ہے مگر اُس کا کہنے والا شاعر نہیں اور اگر پھر بقصد و اختیار خود شعر نہیں کہہ سکتا ہے اسی وجہ سے یہ مفولہ مسلم ہے من قال بیتان فهو شاعر کیونکہ ایک شعر تو بلا قصد ممکن ہو مگر دوسرا شعر اُسی ردیف و قافیہ میں بلا قصد ممکن ہی نہیں شعر کسی طرح سے اپنے قواعد پر صحیح اُتر جائے و شعر ہے۔ مگر شاعر ہونے کے لئے قصیدہ و الاداء کی ضرورت ہے۔ قائل بلا قصد شاعر نہیں۔ محققین فن عروض تعریف شعر میں قید قصیدہ لگاتے ہیں اور نہ قید قافیہ۔ اور یہی تعریف صحیح ہے۔

فرق نظم و شعر

شمس العلماء جناب مولوی حالی صاحب نے تعریف منطق کو گڑبڑ (مخلط) نہیں کیا ہے

کیونکہ منطقین کے نزدیک شعر میں وزن کی بھی ضرورت نہیں ہے اور جناب مولوی صاحب
نثر محبزیں تجویز وزن کر کے اُسے از قسم نظم شمار کرتے ہیں اور شعر میں بھی وزن ہوتا
ہے۔ پھر اختلاط تعریف منطق کہاں سے آیا۔

اس میں شک نہیں کہ کسی نے نظم و شعر میں کچھ فرق نہیں کیا ہے مگر بعض امور
مقتفی اس بات کے ہیں کہ دونوں میں کچھ فرق ہو۔ مثلاً ایک مصرع یا سنے ہمارے
سامنے آئے اُسے شعر اس لیے نہیں کہہ سکتے کہ شعر میں چار رکن یا آٹھ رکن ہونے چاہیے
اور ایک مصرع میں تین یا چار ہی رکن ہونگے اور بوجہ وزن شعر بھی نہیں کہہ سکتے۔ پھر آخر
اس کا نام کیا رکھیں۔ بہتر یہ ہے کہ کلام منظوم کہیں۔

میر نے نزدیک مناسب یہ ہے کہ نظم کو مقابل نثر ایک جنس یا مستم قرار دیکر یہ تعریف
کیجائے۔ کلام موزوں محفل تاکہ تمام قسم کلام موزوں پر صادق آئے حتیٰ کہ فرد اور مصرع
پر بھی اور نظم غیر مقتفی پر بھی۔ اور شعر کو نظم کی نوع یا قسم مان کر یہ تعریف کیجائے کلام موزوں
محفل مقتفی پس گویا تقسیم کلام اس طرح ہو گئی۔ کلام کی دو قسمیں ہیں منشور و منظوم۔
کلام منشور کی تین قسمیں ہیں۔ مہرِ ج و مستحج و عاری۔

اور کلام منظوم کی دو قسمیں ہیں نظم مقتفی و نظم غیر مقتفی۔
نظم مقتفی کی دو قسمیں ہیں غزل۔ قصیدہ۔ قطعہ۔ مثنوی۔ رباعی۔ مخمس۔ سدس
ترکیب بند۔ ترجیع بند۔

غیر مقتفی کی ایک قسم ہے فرد۔ اور اس صنف میں بلکینک و رس شامل ہے
مولوی نجم الغنی صاحب شعر کے لیے قافیہ کو ضروری بھی فرمائے ہیں اور فرد جو ہلکا قافیہ اکثروں کے
نزدیک ہو اس کو شعر بھی سمجھتے ہیں۔ جب تعریف شعر کلام موزوں مقتفی مانی گئی تو یہ تعریف
فرد پر کیونکر صادق آئیگی۔

ایک قول حکما رکابھی ایسا ملتا ہے کہ جس سے نظم و شعر دو جداگانہ چیزیں معلوم ہوتی
ہیں۔ حکما کا قول ہے کہ نسبت تالیفہ جس چیز میں پائی جاتی ہو باعث انجذاب و انکسار
ہوتی ہو اور نسبت تالیفہ عبارت ہو نسبت قدر تفاوت میان اوسط و صغیر بقدر تفاوت

میان اوسط و اکبر مثل نسبت اصغر با کبر سے۔ اور بہت سے دقائق علوم و اسرار حکمت معنی بر احکام نسبت ہیں اسی نسبت شریعہ اعتدالی کی وجہ سے کہ اجزائے عناصر میں ہے تعلقی نفس بدن کے ساتھ پایا جاتا ہے اور جب زوال اس نسبت کا ہو جاتا ہے تو باعث قطع تعلقی نفس بدن ہوتا ہے اور جب یہی نسبت اعضا میں پائی جاتی ہے تو حسن ہر اور اصوات میں پائی جائے تو نغمہ ہے اور کلام میں پائی جائے تو نظم و وضاحت ہر اور حرکات میں پائی جائے تو نادر و اداس ہے۔ اور عناصر میں پائی جائے تو اعتدالی مزاج ہر اور نفس میں پائی جائے تو عالی مقام ہر اور نفس ہر مقام میں عاشق و طالب اس نسبت کا ہے۔

یہ تعریف نظم کی عام تر ہے اور شعر انھیں نظم کی اس تعریف کے بعد شعر کی تعریف چاہے کلام موزوں محفل کیجئے۔ یا کلام موزوں محفل مقفی۔ ہر صورت نظم و شعر دو جدا گانہ چیزیں ہونگی اور مولنا حالی کا نظم و شعر کو دو جدا گانہ چیزیں سمجھنا عاصبتِ درست معلوم ہوگا مولوی نجم الغنی صاحب کی تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ مولنا حالی قافیہ کو نظم کے لئے ضروری سمجھتے ہیں نہ شعر کے لئے۔ اس تحریر میں سہو کا لب و ناضل کو اگر دخل نہیں ہے تو میری رائے برعکس ہے یعنی نظم کے لئے قافیہ ضروری نہیں اور شعر کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ نظم مقابلِ نثر ہے نہ شعر نہیں نظم کو شعر سے عام ہونا چاہیے۔

مقدمہ دیوان جناب عالی میرا دیکھا ہوا ہے مگر میرے پاس موجود نہیں ہے جو خود دیکھ کر اطمینان کر لیتا۔ مگر اس تحریر کو صحیح مان کر اتنا ضرور ہے کہ قول اول جناب عالی اس صورت میں معارضِ قولِ ثانی ہے۔ اس لئے کہ بلینک و س کو نظم غیر مقفی قرار دینے میں اور پھر قید قافیہ بھی نظم ہی کے لئے ضروری ارشاد کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے تو اسے شعر غیر مقفی کہنا چاہیے تھا۔

اگرچہ میں صاحب مذاق بزرگ نہیں اور نہ مثل مولنا حالی اس مسئلہ پر روشنی ڈال سکتا ہوں لیکن جناب احسن نے نوٹ میں تحریر فرمایا تھا کہ اگر مولنا حالی خود اس باب میں تحریر فرمائیں تو کیا کہنا اور نہ امید ہے کہ کوئی نہ کوئی صاحب مذاق بزرگ اس منالطے اور سہو کو ضرور حل فرمائیں گے میں نے آپ کو صرف کوئی نہ کوئی میں سمجھ کر باوجود

ہیچدانی خامہ فرسائی کر کے دوسروں کا اور اپنا وقت ضائع کیا۔ اگر اس مضمون میں کچھ بھی پسند آ رہا ہو کمال ہو جائے تو زہے قسمت۔

جس طرح کہ جناب آسن و مولوی نجم الغنی صاحب کو اس نوٹ اور مضمون سے لٹنا عالی اور پروفیسر آزاد پر اعتراض مقصود نہیں۔ اسی طرح مجھے بھی کسی پر اعتراض مطلوب نہیں بلکہ جو بات مجھے حق معلوم ہوئی ہے بلا تعصب آزادی کے ساتھ اپنی رائے ناقص کا اظہار کیا ہے وہیں ہے۔

آزاد روہیوں اور مرا مسلک بڑھ صلہ کل ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

خادم المدین سید اولاد حسین شاداں۔ بلگرامی
پیشین پروفیسر۔ ازراپور۔

تعلیم اردو

یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ تہذیب بغیر علم کے نہیں آتی اور جس بدتمت قوم کی مادری زبان علمی زبان نہیں ہے اس قوم کو کوئی تعلیم یافتہ نہیں کہہ سکتا ہندوستان میں بھی یہ خرابی موجود ہے۔ بدتمت ہندوستانیوں کی مادری زبان میں تکمیل علم کا کوئی ذریعہ موجود نہیں۔ اہل علم نے اپنی مادری زبان کی خیریت اس سبب سے چھوڑ دی کہ لوگ دوسری زبان کی تحصیل کی طرف متوجہ پائے گئے۔ ہندوستان کے علمائے اگر تصنیف کی طرف رخ کیا جب بھی اردو کو ایک مہل زبان سمجھ کر چھوڑ دیا اور عربی میں اپنی تصنیف لکھی ہندوستان میں بھی اردو زبان کسی وقت کی نگاہ سے نہیں دیکھی جاتی۔ تو کیا نتیجہ حکمان غلط نہ ہو گا کہ اگر چند روز اردو کی طرف سے یہی بے پروائی رہی تو تمام ہندوستان جہالت میں پڑ رہے گا۔

یہ تو ممکن نہیں کہ ہندوستانی سب کے سب اپنی مادری زبان کو چھوڑ کر کسی علمی

زبان کو اپنی مادری زبان بنالیں اور نہ تاریخ کوئی ایسی مثال پیش کر سکتی ہے لہذا نتیجہ یہ ہوگا کہ جو لوگ علمی مذاق رکھتے ہوں اور اسقدر استطاعت رکھتے ہوں وہ کوئی علمی زبان یا مذہبی علمی زبان حاصل کر لیں۔

باقی تمام قوم جہالت کی تاریکی میں پڑی رہے ہیں اس لیے کہ مادری زبان میں علم نہیں اور بغیر علم کے تمام ہندوستان جہالت کے قید خانے سے چھوٹ نہیں سکتا اس مصیبت سے چھٹانے کے لیے ضرورت ہے کہ ملک کے ہی خواہ مخواہ در در پہننے والے اہل علم قلمی امداد کریں۔

مختلف علوم و فنون کا ترجمہ کریں اور اردو میں ان خزانوں کو اٹھا لائیں جو دوسری زبانوں کو زینت دیکھتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اس وقت عربی زبان اننگلش زبان میں بیش بہا جو اثر اور ہر قسم کے الوان نعمت موجود ہیں۔

اُردو ایک کم مایہ زبان ہے جس میں ترجمہ کرنے کے لیے بھی کافی الفاظ نہیں ملتے درحقیقت اُردو زبان اہل علم کی توجہ کی محتاج ہے۔

جن لوگوں کی مادری زبان علم کا خزانہ بنی ہوئی ہے ان کو اس بات کی ضرورت نہیں کہ وہ دوسری زبانوں کی طرف توجہ کریں۔

ہندوستان میں یہ خرابی کچھ کم نہیں ہے کہ اسکے عام لوگ علم سے غالی ہیں۔ زمانہ اسقدر مہلت نہیں دیتا کہ سب کے سب فکر معاش سے ہاتھ اٹھا کر مختلف زبانوں کی تحصیل پر کام لائیں اور جہالت کے غار سے نکل کر علمی میدان میں قدم رکھیں۔

یہ تو اہل علم پر واجب ہے کہ مشرقی مغربی علوم سے نفسِ مطالک اُردو سے ایسے رسالے تالیف کریں جن سے عام ہندوستانیوں کو فائدہ پہنچے اور ان کی زبان علمی وقت پیدا کرے۔

بعض لوگ یہ شکایت کرتے ہیں کہ اردو میں ابھی ایسے الفاظ نہیں ملتے جو مغربی علوم کے نفسِ مطالک کا صحیح ترجمہ کرنے میں بکار آد ہوں۔

میر ہی رہے میں ایسے لوگ اُردو میں کما حقہ قابلیت نہیں رکھتے کیونکہ اُردو کا دامن بہت وسیع ہو اور وہ کچھ ایسی کمزور نہیں ہے اور یہ شکایت ہر زبان میں موجود ہے کہ دوسری زبان کا ترجمہ کرنے میں کافی الفاظ نہیں ملتے لیکن علمی زبان بنانے کا قاعدہ یہی ہے کہ دوسری زبان کے معلومات کو منتقل کر لیں۔ عربی زبان میں متعارف الفاظ کو دیکھو یہ الفاظ عربی نے خوشی سے نہیں قبول کیے بلکہ تراجم کی ضرورت نے اس کو دوسری زبان کے مخصوص الفاظ لینے پر مجبور کر دیا۔

انگلش زبان میں جو لاطینی زبان کثرت سے شامل ہوئی اس کا سبب بھی تراجم کی ضرورت ہے۔ فرہنج زبان بھی اسی سبب سے انگریزی میں شامل ہوئی۔ تراجم ترقی اور توسیع زبان کے ذریعے ہیں ہر زبان علمی زبان ہونے کے بعد وسیع ہو جاتی ہے کیا ہم سب ہندوستانی اس بات کو خوشی سے نہیں چاہتے کہ ہم اپنی مادری زبان حاصل کرنے کے بعد عالم فاضل فقیر محمدت۔ طبیب منطقی فلسفی بید و دیار بنتی۔ گیانی۔ ریاضی ہندسہ داں۔ معراج۔ علم کلام حکیم مخ علم صرف علم اخلاق علم تصوف وغیرہ میں کامل ہو جائیں۔ اور ہم اپنی زبان حاصل کرنے کے بعد تعلیم یافتہ گریجویٹ بننے کے مستحق ہو جائیں۔ اسکی صورت یہی ہے کہ ہماری زبان علمی زبان بنائی جائے۔

یہ تعجب خیز بات نہیں ہے کہ تمام انگریز اپنی مادری زبان کا علم حاصل کرنے کے بعد تعلیم یافتہ گریجویٹ مہذب روشن خیال عالم فاضل بن جاتے ہیں۔ عرب اپنی مادری زبان حاصل کرنے کے بعد محدث عالم فقیر مولوی فاضل طبیب منطقی فلسفی بن جاتے ہیں۔

اسی طرح تمام دنیا کی مہذب قومیں اپنی مادری زبان کو تمام علوم کا مخزن بنا چکی ہیں لیکن انہیں ہے کہ ہم ہندی ابھی تک اسی خواب غفلت میں سو رہے ہیں۔ اور ہمارے ہر فرد پر یہ مصیبت ہے کہ وہ اپنی مادری زبان پڑھنے کے بعد جاہل کا جاہل رہتا ہے اور طبیب وہ دوچار وغیرہ باتوں کا مالک نہ بن جاتے اسوقت تک اسکو تعلیم یافتہ

نہیں کہہ سکتے۔

اس کا خاص سبب یہ ہے کہ ہماری مادری زبان علم کی برکت سے محروم ہے۔ پھر کیا ہم سب لوگوں پر یہ فرض نہیں ہے کہ سب سے پہلے سو کام چھوڑ کر اپنی قوم کو جہالت کی تاریکی سے نکالنے کی کوشش کریں۔

اسکی صورت یہ ہے کہ ہندوستان کے مشہور تعلیم یافتہ قد عالم مستند ڈاکٹر معتبر طیب۔ فقیہ۔ محدث۔ مورخ۔ انگریزی۔ عربی۔ سنسکرت کے منہی اپنی کوشش سے اردو کو علمی زبان بنانے کی کوشش کریں۔

ورنہ تمام ہندوستانی اسی طرح جہالت کی اندھیری کوٹھری میں گھٹ گھٹ کر مرجائیں گے۔ اور انکی تباہی کے ساتھ ہی ہمارا بھی خاتمہ ہو جائیگا۔

خواجہ محمد عبدالرؤف

عشرت۔ لکھنؤ

حسکہ

بنغل علیحضرت فلک فعت سکندر شوکت دار حثمت فرزند دلپذیر دولت
انگلشیہ حضور پر نور سرباب محمد حامد علیخان صاحب بہادر

جی سی۔ آئی۔ ای۔ دم اقبالہم و ملکہم فرمانروائی دار السرور امپوریا تخلص بہ
از نتیجہ فکر جناب محمد مصطفیٰ علیخان صاحب شہر ریپوٹ سکریٹری

کوئی عالم میں تجھسار بہرورہ ضاکیون کوئی تجھسا خبر دار رموز کبیراکیون

کوئی حاجت روا تیری طرح تھے سواکیون خدائی بھر میں تجھسا یا علی شکشاکیون

نرانا نی جہاں میں کوئی بھی نام نہاکیون

بھرمیرے ہشیدناز کوئی دوسراکیون جے ہوجان پیاری وہ کرشنوں پرفداکیون

نگاہِ شوخ ہر اک کے لئے تیر فضا کیوں ہو مٹا کر کشتہ ابرو کوئی میرے سوا کیوں ہو

یہ رونا ہے کہ دہشتِ لبِ لبِ تیغ ادا کیوں ہو نظر آباہِ جوہم یا کس ہی آنکھیں اگر کھولیں
تینائیں لہو کے آنسوؤں سے خوبی رہیں کلیجہ ٹٹنہ کو آیا ختم اپنی خواہشیں بولیں
ہم سے خون سے جب ہاتھ دٹے حسرتِ بولیں یہی رنگیں کرے دستِ نگاہیں کو خفا کیوں ہو

نتنا ہے یوں ہی ہمارا دلِ بزمِ سن خدا کا شکر ہے معشوقِ قسمت سے ملا کم سن
یہی ہوتا ہے ہونے میں شرارتِ آشنا کم سن ابھی میں شوخیوں کے دن وہ بینامِ خاکم سن
آداؤں میں ہو بیا کی ابھی شرم و حیا کیوں ہو

کہیں مہمان ہو کچھ کام دل نکلے نہ منسکے کہیں ایسا ہو جبرِ انیا میں حُسنِ صورت کے
تجھے واقف کیئے دیتا ہوں س کم سنِ حکایت اگر لے حسرتِ دل وصل میں پاسِ نزاکت کے
ترے ارمان رہ جائیں تو پھر مجھ سے کلا کیوں ہو

کہاں کہتے ہیں عویٰ خون کا عشاقِ قاتل ہر اک معشوق ڈوتا ہو ستم ہر ایک مائل پر
سچے باقی نہ تیرا وار کوئی اپنے لبِ لبِ لب پھرے خنجر گلے پر تیر غم کے چلیں دل پر
جفاؤں کے لئے تیری ہیں ہیں دوسرا کیوں ہو

ذرا سی بات میں اپنا مفقہ رہن کے بھر بھڑا وہ گئے تھے یہاں شکل سے اٹھا اک نیا نصفا
غضب آیا ستم تو ماقیامت ہو گئی برپا جیسے سرنگوں ہو گئے جب وصل میں پوچھا
خطا سے ہوئی ہے کیا بناؤ تو خفا کیوں ہو

جنوں جب سے ہو لے بجکوں میں سرشارِ آنکھوں کا کبھی آنسو نہیں تھمتا میری خونبار آنکھوں کا
نجا بگا کسی صورت سے یہ آزار آنکھوں کا دل بیمار ہے بیمار ان بیمار آنکھوں کا
بھلا اسکی دوا کیا ہو بھلا اسکو شفا کیوں ہو

نرا لبت کا پائیں گے ہمیں میٹھی اسکی قلم سر ہو گیا یہ پھل ملا اچھی محبت تھی
دلِ ناشاد پر میرے چلی شمشیرِ ناکامی کہاں کی آرزو جو کٹ گئی نخلِ تمنا کی
جو خود ماہوس ہو اسکو کسی کا آسرا کیوں ہو

کسی کے بارِ احساں کا ہمارا دل نہیں نوکر
لگا جائیں یہاں اکروہ پائے ناز سے ٹھوکر
اگر ایسا ہمارے بعد ہو جائے تو ہے بہتر
ابھی جذبِ الفت سے چلے آئیں وہ تربت پر
یہ خاکِ نالواں منت کش پاؤں صلا کیوں ہو

یہ نکلی ہیں تجھی پر مبتلا ہو کر کدھر جائیں
کہاں انکا ٹھکانا ہے کہاں یہ اور جا ٹھیریں
تے ہی حسن کی گرمی سے ساری ہو چلیں انہیں
بڑھاتی ہیں تراگھونگر دلِ عشاق کی آپہیں
انہیں سے بڑھی آجئے تجھے زلفِ دو تائیوں ہو

جب آیا دل کسی پر زورِ اسپر کب چلا اپنا
ہزاروں ہار بنے دل لگا کر آدما دیکھا
کبھی تیور نہ بدلے راتوں جیسے ستم کیا کیا
محبت جب ہی دل میں تو پھر کیلہ صابک
نہ اٹھے گریہ بارغم تو کوئی مبتلا کیوں ہو

محبت وہ بلا ہے جسکو سن کر دلِ دلِ جان
نہ نکلتے آہ گوسوز نہاں سے کوئی جل جائے
مرا جب ہی اگر وہ دل بھی تلوے سے سل جائے
زباں پر کچھ نہ کہے اور گھٹ کر دم نکلی جائے
گلا کیوں ہو شکایت کیوں ہو آہِ نارسا کیوں ہو

میں پروانہ - وہ برقی حسنِ شمع شوق افزا ہے
جلانا اسکی عادت آف نکر نامیرا شیوہ ہے
یہ عالم دیکھ کر کیوں ساری دنیا کو اچھنکھا ہے
محبت ہو جو سچی صبر بھی اللہ دیتا ہے
وگر نہ جان دینے کا کسی کو وصلہ کیوں ہو

شہر کی التجا پر اسکی قسمت بن کے ٹپتے ہیں
خدا رکھے ابھی کسں ہیں بے سمجھے اکلے تے ہیں
اگر اصرار کرتا ہوں تو لوڑتے ہیں جھگڑتے ہیں
سوالِ وصال پر اسی رشک کیا کیا بگڑتے ہیں
مگر اسکے سوا دل میں ہمارے مدعا کیوں ہو؟

رباعیات

ہے صبح بہار طہرہ افغن محروم
یہ جو بن بہار یہ فوراً گل ہائے
باغِ جنت ہوا ہے گلشن محروم
تو یاں سے چلا ہے خالی دہن محروم
ہر جو کیا دل نشیں ادائے گل ہے
دیکھ
زینتِ بخش چہن فضاے گل ہے
لے وائے کہ مختصر لقاے گل ہے
کیا حسن ہے - کیا لطافت اللہ اللہ

تلوکِ حیدر - محرومِ ڈیرہ اسمعیل خان

کمال دہلی

بابت ماہِ پارچِ سنہ ۱۹۱۰ء

مصرعِ طرح

عیسیٰ میں سیکڑوں کوئی بیمار بھی تو ہو

آخلاق - جناب سید اخلاق حسین صاحب دہلوی

کچھ درد کے بٹائے کو اک یار بھی تو ہو
تیغِ آد کا دل پہ کوئی وار بھی تو ہو
مستوجبِ عنایتِ عفو بھی تو ہو
مگر کہی مگر ترا دیدار بھی تو ہو
کچھ مہربانِ چرخِ مستمگار بھی تو ہو
موسمی سا کوئی طالبِ دیدار بھی تو ہو
لیکن زباں میں طاقتِ گفتار بھی تو ہو
تیر نگاہِ دل کے کہیں پار بھی تو ہو
لیکن بقدرِ صحنِ خریدار بھی تو ہو
نستے میں میرے شربتِ دیدار بھی تو ہو
آنکھوں میں دل میں حسرتِ دیدار بھی تو ہو
ظالم کر میں خُشبِ خونخوار بھی تو ہو

فرقت میں کوئی مونسِ سخنوار بھی تو ہو
کچھ التفاتِ ابروئے خمدار بھی تو ہو
زاہد مری طرح سے سب کا بھی تو ہو
ملنے کا مجھ سے حشر میں اقرار بھی تو ہو
تیری عنایتوں سے فقط کام کیا چلے
جلوہ تو کوہِ طور پر آجائے پھر نظر
افسانہ دروہجر کا ان کو سنا تو دوں
برائے اسکے ساتھ جگر کی بھی آرزو
دل کی نہ پوچھو ہم تو سے بیچ ڈالتے
منہ پر نقابِ ڈال کے کئے نہ چاروگر
زیبا نہیں ہیں عشق میں یہ بے نیازیاں
تیغِ آداہوائے گی خونِ شہیدِ ناز

آواز سن کے ہوتا ہوا رشتہ یاق دیدہ
.. زارہ نے مجھ کو بندہ اَصَمّ م کہیدا
نظارہ جمالِ یخِ یار بھی تو ہو
ہفت سے فائدہ کہیں زنا بھی تو ہو

اسد - جناب محمد علی صاحب تلمیذ نواب سراج الدین احمد ضامن

پھر کچھ بیان تابشِ رخسار بھی تو ہو
مفتوحِ خلق میں وہ میسا ہوئے تو کیا
ہے غمشین یار کا اگر غیب کیا عجب
کی جائے اُس کو یاد دہانی شامِ وصل
کس بات پر رقیب سے اسنے بگڑ گئے
بے ابر لطفِ بادہ کشتی خاک بھی نہیں
رہتا پے دل میں تیرا تصور اسی لیے
امیدوار ہوں نیک انصاف کا
دل اُنکو کوئی دے تو وہ یوں کتر ہیں
مطلع پر ایک مطلع انوار بھی تو ہو
کوئی دوائے عاشقِ ہمار بھی تو ہو
پہلو میں گل کے ایک نہ اک غار بھی تو ہو
لیکن وہ خوابِ ناز سے بیدار بھی تو ہو
بیٹھے ہو کیوں اُداس کچھ اظہار بھی تو ہو
اگر شریکِ رحمتِ غفّ رحب تو ہو
فرقت میں کوئی مونسِ دُخوار بھی تو ہو
بیمار پر توجہ بیمار بھی تو ہو
بے کالطف جب ہے کہ درکار بھی تو ہو

ایترج - جناب نواب شوکت علیاں صاحب تلمیذ جناب رضوان

مقبولِ عرض عاشقِ ناچار بھی تو ہو
جب ساتھ سو رہے ہو تو گھونگٹ ہٹائیے
تیرے خرامِ ناز کا دھوم کرے گی کیا
دل توڑنا نہ چاہیئے عاشق کا یک بیک
رندوں سے اب جناب نہ فرماؤ شیخی
باہیں گلے میں ڈالکے بولے وہ ناز سے
جب دردی نہیں ہو تو درماں کی کیا تلاش
مسرور گاہ گاہ دل زار بھی تو ہو
لے جان عینِ وصل میں دیدار بھی تو ہو
کبکب درمی کو یاد یہ رفتار بھی تو ہو
غصے میں یارِ پیار کی گفتار بھی تو ہو
میخانے میں تو آئے ہو میخار بھی تو ہو
گردن میں کوئی وصل کی شب بار بھی تو ہو
عینی میں سیکڑوں کوئی بیمار بھی تو ہو

اشکات جناب مفتی نواب حسین صاحب راجی عنایت اللہ حسان اسد اگر

ہم نے تری ہزار جھاؤں پہ اُٹ نہ کی
بے خوب دل وہی جو دلِ درد مند ہو
ہمسا جہاں میں کوئی وفادار بھی تو ہو
پے خوب آنکھ وہ جو حیا دار بھی تو ہو

دستِ ناز سے ہو گناہ تو کیا اس سے فائدہ
آخلاق سے بلاپ کا اقرار بھی تو ہو

حق بات تو یہی ہر طلبگار بھی تو ہو جب لطف ہو کہ واقف اسرار بھی تو ہو	دینے کو تیرے ہاتھ ہزار دن ہیں کریم ظاہر ہو اسلک ہر حقیقت میں از دل
اعجاز۔ جناب ابوالاحسان مستفی محمد عبد القادر صاحب۔ از بھڑو رنج	
دل نیچتے ہیں۔ کوئی خریدار بھی تو ہو کوئی تمھاری آنکھوں کا بیار بھی تو ہو لڑنا ہی ہم سے ہر کوئی وار بھی تو ہو نم مستی مشابہ میں ہشیار بھی تو ہو شرمندہ اپنے دل میں وہ عیار بھی تو ہو امید وار عفو گنہ گار بھی تو ہو اک آدھ اس خیال کا میوہ بھی تو ہو اتنا ملا جلا تر اسوفا بھی تو ہو ہمکو تو سب قبول ہے تکرار بھی تو ہو اس لاغری میں کچھ خلش خار بھی تو ہو آساں نہیں پنیں سہی و شوار بھی تو ہو مختار بھی تو ہو مرے سرکار بھی تو ہو اعجاز ایک سال سے بیار بھی تو ہو	اس درجہ گرم عشق کا بازار بھی تو ہو بھوسا کسی کو عشق کا آزار بھی تو ہو سفاک تیرے ہاتھ میں تلوار بھی تو ہو آہ شرفشاں سے خبر دار بھی تو ہو کیا خوب ناز اٹھا کے کوئی کیوں شغفل وہ بے نیاز ہی نہیں جانتا ہے کون گلشن کا عزم ہو تو ہو رحمت کی آرزو خون جگر میں ڈوب کے ہو جائے ایک نگ جب ہونہ بات چیت تو وہ گالیاں ہی یہ کھٹکوں دل رقیب میں رہ رکے بار بار میں تیرے وصل کے بیئے باؤ کیسے ہیں مجھ پر تو کیا تمھارا ہی دل پر بھی اختیار یہ بھی سہی کہ رہتے ہو فرقت میں بغیر
ادنی۔ جناب محمد عیوض صاحب بلند شہری تلمیذ جناب صوفی بلند شہری	
سب ہو فائیں کوئی وفا دار بھی تو ہو سب مطلب آشنائیں کوئی یاد بھی تو ہو تجھسا جفا شاعر سہنگار بھی تو ہو	دل کیا لگائیں دوستوں خوبان دہرے کسکو کہیں رفیق کے بھجیں ہم شفیق کس طرح ہمسری تری چرخ کہن کرے
آخر۔ جناب مولانا ابوالمنور مظفر حسین صاحب رئیس اعظم سہسواں	
قطرے میں جو بن قلم زم زخا بھی تو ہو کوئی جہاں میں طالب دیدار بھی تو ہو	انسان ہے تو عزم اسرار بھی تو ہو ہر جا ہے حزن یا طلب گار بھی تو ہو

کیا خاک چشم آبلہ پا بہائے خون
ہے سرو کو جو قامتِ رعنا سے ہمہری
جب درو دل نہ ہو تو دو کیا کر کوئی
یہ جب کہوں کہ چاند گہن سے نکل گیا
نکلے نہ لوک تیر مژہ کی دعا ہے یہ
آنکھیں برے دید لگا دوں مگر مجھے
برگشتگیِ نجات کا اظہار جب کریں
میں درو دل سناؤں مگر منہ نہیں کئے

میدیاں وسیع وادیں پُر غار بھی تو ہو
وہ دل فریب شوخے رفتار بھی تو ہو
عیسیٰ ہیں سیکڑوں کوئی بیمار بھی تو ہو
گیسو سے روئے یار خود ار بھی تو ہو
دل میں کوئی کھٹکنے کو سونوار بھی تو ہو
معلوم ان کا روزِ دیوار بھی تو ہو
وہ مستِ نازِ خواب سے بیدار بھی تو ہو
اختر کا کوئی مونس و غمخوار بھی تو ہو

بدر جناب شیخ بدر الدین صاحب اکبر آبادی تلمیذ جناب تہر اکبر آبادی

تسکین و حشری کل رخسار بھی تو ہو
پہلی سی اب وہ گرمی بازار بھی تو ہو
پابند گیسوئے بت عیتار بھی تو ہو
پہلے کیو عشق کا آزار بھی تو ہو
کسکو طبیب کسکو مسیحا بتائیں ہم
کیونکر کہوں کہ کا فر عشق بتاں نہیں
چھایا ہوا ہے آج تو ساقیِ چمن پہ ابر
روتی بے رات و ن مری تربت پیچی
پھاڑا جنوں میں ہم نے یہاں تک لباس کو
۴ کی خرام ناز سے عالم ہے پا کمال
جاں دیکے چنے مول لیا ہر مکانِ قبر
دل کیا کہ اپنی جان بھی کر دیں نثار ہم
جھڑتے ہیں بات بات میں تیرا ہی نام
وعدہ بھی مجھے وصل کا ایجاں کیجئے

صحر کے متصل کوئی گلزار بھی تو ہو
یوسف بہت ہیں کوئی خریدار بھی تو ہو
اسے دل کبھی بلایں گرفتار بھی تو ہو
عیسیٰ ہیں سیکڑوں کوئی بیمار بھی تو ہو
اچھا کسی سے عشق کا بیمار بھی تو ہو
گروں میں میری رشتہ زنا بھی تو ہو
بہر سرور بادۂ گلزار بھی تو ہو
ایسا پس فنا کوئی غمخوار بھی تو ہو
اتنا نہیں بڑن پہ کوئی تار بھی تو ہو
ایسی کیسی سوچی رفتار بھی تو ہو
ہمساکوئی جہاں میں خریدار بھی تو ہو
آنکی زبان سے وصل کا اقرار بھی تو ہو
ہوں کوئی گلفشاں دم گفتار بھی تو ہو
انکا جس زہاں سے ہوا قرار بھی تو ہو

بعد فنا بھی قبر میں آنکھیں کھلی رہیں زلزلوں کی یا دوزخ کا تصور ہر رات دن کسکو سنائیں بدیشہ غم کی داستان	اس درجہ کوئی طالب دیدار بھی تو ہو مجھ سا غریب کافر و دیدار بھی تو ہو بہر رو بھی تو ہو کوئی غمخوار بھی تو ہو
بیتاب - جناب سید محمد خیرات علی صاحب تلمیذ جناب ساز کالی	بیت سے وصل یار کی مہینہ بھنی مجھے آب آرزو یہ ہو کہ کہیں دیدار بھی تو ہو
بشیر - جناب بشیر الرحمن صاحب دہلوی خلیفہ مولوی اموجان صاحب دہلی	کرنے کو میرے قتل وہ تیار بھی تو ہو مردوں سے شرط باندھ کے سویا ہر نیرت ماٹھے پہ گاہ سید نہ پہنے رہا ہے ہاتھ ہمسایہ ستم پسندی دل تم کو نے تو نے فرقت میں دلربا کی بنا غم مری غذا ظاہر کرو نہ وصل کا وعدہ یونہی ہی
بہلول - جناب نواب اسماعیل صاحب دہلوی	پہلے گناہ کر کے گنہگار بھی تو ہو کرتی ہے حسرت شعر کو ہر بار بھی تو ہو
برق - جناب مینچ صاحب رسالہ شکوہ یاز بخجور	دل را بدل سمیت دریں گنہ سپہر اک عیب بھی ہو ساتھ اگر وصف ہو کوئی پہنچا جہاں خیال وہاں خود پہنچ گئے لے جرق میرا ناز کا پالا ہوا ہو دل
تسلیم - عالیجناب منشی محمد امیر اللہ صاحب لکھنوی یادگار جناب نسیم دہلوی	دلہن لگی کہوں کوئی غمخوار بھی تو ہو رحمت ہو اسکی عام نہیں خاص ہے مگر دم بھر کے واسطے وہ مرا یار بھی تو ہو دنیا میں کوئی مجھ سا گنہ گار بھی تو ہو

جو رہتاں کا ایک زمانہ ہے وادخواہ
حاصل مجھے ہو قید مکر کا کیا مزہ
کیا ہم کسی سے رازِ حقیقت بیاں کریں
کیوں بے کہے نہ ٹاٹو عاشق کا نہ ٹاٹنا
بننا جو رہمن بت کا فرسے عشق میں
جلو کہاں نہیں ہے رخ رشک کا
لا یا پر ایسے رشت میں جو شِ جنون عشق
یوسف جمال سیکڑوں بازار مصر میں
یا وہ بتاں سے کون ہو خالی جہان میں
سنتا نہیں خدا کسی نیکی کی سب غلط
ناصح بجائے آپ کا کہنا مگر ہے شرط
عاشق بنا ہو دوستی اپنی تمام عمر
پھر اور پر گمان غلط کیا کروں عبث
وعدہ خلاف کیا کہوں غیروں کے سنانے
تسلیم چپ ہیں کس سے کہیں ہم فتن عشق

لیکن وہ روزِ حشر کا دربار بھی تو ہو
انکی مری بہم کبھی نکلا رہی تو ہو
عرفانِ حق سے کوئی خبر دار بھی تو ہو
تم فتنہ ہو شریر ہو عیار بھی تو ہو
ای شیخ تیری دوش پہ زنا رہی تو ہو
دنیا میں کوئی طالبِ دیدار بھی تو ہو
سرکس سے پھوڑوں میں کوئی دیوار بھی تو ہو
کوئی کیا مفت خریدار بھی تو ہو
ذکرِ خدا کرے کوئی بے کار بھی تو ہو
کوئی بتوں کے ظلم سے بیزار بھی تو ہو
رندوں میں کوئی نام کو ہشیار بھی تو ہو
لیکن کوئی حسین و فاعدار بھی تو ہو
دل کے چرنے سے گئے انکا لاشی تو ہو
عہد و وفا سے یار کو تار بھی تو ہو
مخیل میں کوئی محرم اسرار بھی تو ہو

حیراں - جناب محمد صادق صاحبِ تلمین: ابو اعظم نواب سراج الدین غازی صاحبِ مسائل

تیری خوشی ہو شیخ تو پڑھلوں گا میں ناز
معشوق پن کی آن ہو بیدار گر کی شان
حیراں شبِ فراق کے صدیوں آجکل

پیش رکوع و سجدہ دربار بھی تو ہو
نازک کمر میں ہلکی سی تلوار بھی تو ہو
کیا آن رہی ہے دم پہ کچھ لہار بھی تو ہو

حمید - جناب حافظ محمد عبد الحمید صاحب مراد آبادی تلمین جناب ضواں

عشق مجازی دل میں سما یا تو کیا ہوا
بے چین ہوں فراقِ بندہ میں ایچا
ہمت نہ بھیجے آپ پہ کس طرح سے درود

دل میں مرے غم مشہور ابرار بھی تو ہو
اک دن وصال احمدِ فخر بھی تو ہو
مولیٰ ہو جاں پناہ ہو غمخوار بھی تو ہو

بس چیدہ کی کہاں گئے جا آپکے جنوں
مجھ تو ادا میں طاعت رشتا بھی تو ہو

کہتے ہیں جان دینے کا تو راج بھی تو ہو
مرنے والے کوئی تیار بھی تو ہو

کہکھو جو گے نیند میں مشابہ بھی تو ہو
جانی وراثت وصل کی بیا بھی تو ہو

خورشیدِ جناب قاضی عیاض الدین صاحب سکندر آبادی

وعدہ پہ پاں کے ساتھ کچھ انکار بھی تو ہو
رخِ نیش کی گفتگو میں ذرا بیار بھی تو ہو
بکھلے نگاہِ ناز اور صبر دار بھی تو ہو
ناخوش ہو عاشقوں سے اکیلے تھے تو کیا
تنہائی میں ہے نالہ و زنجیروں سے ہمو کام
ہنس کر مجھے رولاؤ وہ میٹھی چھری ہو تم
رشتہ عدو کے رنج میں گزری تمام عمر

خلیق - جناب جگیش بریٹا صاحب دہلوی تلمیذ جناب عشرت کھنوی

یوں تو ہمارے دلیں ہزاروں ہیں دو کو
کہدوں کا صاف صاف شکر کی دہان
کہتے ہیں لوگ حشر ہی ہے مگر غلط
کس کو سناؤں اپنی مصیبت کی دہان
دل کو ہر دہان بنائیں گے ہم فرطِ شوق میں

خلیق - جناب منشی عبدالحق صاحب دہلوی تلمیذ جناب سائل دہلوی

کہتے ہیں ہم یہ مرنے سے دنیا کو کیا عجب
یہ تو مختاری شانِ تلون سے ہو بعد
کیا جاؤں پیش و اور محشر میں اور جنوں
کتنک رہینگے آپ کی یلسترائیاں
دل میں ہی بیٹھ رہتا ہوں رشک و ریب سا
کس بات پر ہوا و طلبِ خلقِ تم

ذاکر - جناب شیخ برکت اللہ صاحب دہلوی تلمیذ جناب شہیدا دہلوی

عاشق کا بال بال گن گار بھی تو ہو
زلفِ پیوشاں میں گرفتار بھی تو ہو

خوشامد ہے برسوں کی جنتی ہمار
یارِ پارسا جناب کے عہدِ ابدی ہو

دیکھیں کہ مہر سے رخنہ دیوار بھی تو ہو
افزار کی اداؤں میں انکار بھی تو ہو
آہیں میں لب پہ زردی رخسار بھی تو ہو
آزار دینے والوں میں دلہار بھی تو ہو
وہ گھر میں آئیں۔ طالع بیدار بھی تو ہو
حسد کو جائیں جبہ و دستار بھی تو ہو

محمودیوں میں طالب بیدار سیکڑوں
یوں بات ماں لیں وہ ہماری تو لطف کیا
کہتے ہیں عشق میں بھی کامل نہیں ہو تم
ظلم و ستم کے بانی ہیں بیشک تباہ کن
چکر مری گلی سے جو نکلے تو فائدہ
مابین گے پارساؤں میں ڈاکر کو یوں نہ ہم

رسا۔ جناب مولوی محمد حیات بخش صاحب وکیل عدالت و شاعر دربار امپور

کھوٹے کھرے کو چشم خیرا بھی تو ہو
لائی ترے کرم کے گنہ گار بھی تو ہو
یہ استان قابلِ اظہار بھی تو ہو
دور اپنے دل سے لذت آزار بھی تو ہو
سیدھی کہیں دھڑکے یار بھی تو ہو
آزار دینے والوں کو آزار بھی تو ہو
کوئی ہمارا دل سے طلب گار بھی تو ہو
تم جتنے بے خبر ہو خبردار بھی تو ہو
دیکھیں کسی کو کیا کوئی ہمار بھی تو ہو
انکار ہو تو ہاتھ میں تلوار بھی تو ہو
قاتل ہمارے قتل پہ پیار بھی تو ہو
نافیہ سمجھ میں آہ شر بار بھی تو ہو
جینے سے تنگ جان سے نیر بھی تو ہو

کرتا ہوں نذر قدر دل زار بھی تو ہو
یار بڑا کرم ہے گنہ گار پر ضرور
کیونکر کہیں کسی سے محبت کا راز ہم
ان سے شکایت ستم ناروا و عبث
موجود میرا دل بھی ہے حاضر جگہ بھی ہے
ہم بھی فضاں سے باز نہ آئینگے اب کبھی
کہتے ہیں لاکھ بار تصور میں آئیں ہم
ہم سے لغافل اور کرم ہے رقیب پر
بہر عبادت آئے وہ میری تو یہ کہا
عذر وصال کر کے مجھے قتل کیجئے
مدت ہوئی کہ بھر کو جھکائے مجھے ہیں ہم
ملک نہیں نہ راہ پر آئے وہ سنگدل
تکو کریں وہ قتل تو اچھا ہے اگر رسا

رحمت جناب محمد رحمت احمد صاحب بلند شہری تلمیذ جناب ناظر سکنہ بہاؤی

دیکھے جو اسکو وقتِ اسرار بھی تو ہو
لیکن بغل میں کوئی طرح دار بھی تو ہو

وہ ہر جگہ ہے کوئی طلب گار بھی تو ہو
ساتھی چمانا بھی ہے مینا بھی ابر بھی

<p>اس طرح کوئی طالبِ دیدار بھی تو ہو کچھ بات بھی تو ہو کوئی تکرار بھی تو ہو دراغِ فراقِ یارِ ساغموں ار بھی تو ہو جس شاخ میں ہو پھول وہاں غریب بھی تو ہو دل تو تیرا کوئی طلبِ گار بھی تو ہو</p>	<p>آنکھیں کھلی ہوئیں ہیں مری جودِ رگ بھی کیا وجہ مجھ سے آپ بجز پیٹے خود بہ خود کیونکہ نہ رکھوں اپنے جگر سے لگا کے میں محفل میں غیر کیوں نہ ہو اُس گلیڈن کا کہتے ہو تم کہ دل نہیں لٹا ہمیں غلط!</p>
<p>فستقہ جو سورہا ہر وہ بیدار بھی تو ہو وہ مستِ نازِ رونقِ گلزار بھی تو ہو اُس میں کسی کا شربتِ دیدار بھی تو ہو لکڑوں میں لعل کے دستہوار بھی تو ہو چھالوں میں پاؤں کے غلشِ غلابی تو ہو بوسہ لیا تھا تم نے گنہگار بھی تو ہو عیسیٰ میں سیکڑوں کوئی بیمار بھی تو ہو سر پہ چتا ہوں میں وہ خربدار بھی تو ہو شاعر ہو غنمِ کلام ہو۔ طرار بھی تو ہو</p>	<p>محشر ہوا ناز کی رفتار بھی تو ہو بلبل بھی چھپاتے ہیں گل بھی پنہاں اور حضرت سے آبِ بقا میں ہوتے مرہ نختِ جگر ٹپکتے ہیں آنسو کی ہے کمی لے حضرت ہر باد یہ چائی کا مرہ کہتے ہیں وہ کہ قتل تھیں کیوں نہ کیجئے جس دل میں درد ہی نہیں سکا علاج کیا لایا ہر شوقِ کھینچ کے بازارِ عشق میں لکھو مشاعرے کی سلیمان تم غزل</p>
<p>کوئی کسی کے قتل پہ تیار بھی تو ہو سوئے کی کیا کمی ہے خریدار بھی تو ہو عینی ہیں سیکڑوں کوئی بیمار بھی تو ہو یوسف بہت ہیں مصر کا بازار بھی تو ہو تلوار نام کی ہے۔ یہ تلوار بھی تو ہو موسنی سا کوئی طالبِ دیدار بھی تو ہو جب جانیں بندِ روزِ نر و لیوار بھی تو ہو</p>	<p>کہتے ہو جان سے کوئی بیزار بھی تو ہو دنیا میں دل میں سیکڑوں دلدار بھی تو ہو میری دوا ہو کیا کوئی آزار بھی تو ہو لاکھوں حسیں ہیں چشمِ زلیخا مگر نہیں ترچھی نظر لے کس کو کیا قتل کج تک جلو ہزار بار نظر آئے طور پر بے پردہ آپ بیٹھے ہیں پردہ کا نام ہے</p>

<p>پیار ہو سننے والا تو ہو درد لیاں جب تک غلبہ نہ ہو تو مرا کیا ہو عشق کا دیوانہ دیکھ کر مجھے رنایا صح نے کہہ دیا رونے پر میرے کیوں نہیں سبیر نہیں کیا جانے غیر در محبت کی لذتیں بیکار دل کے دینے کی شرطوں پہ ہو خفا شبیر اُس کا نام غفور الرحیم ہے</p>	<p>میں حال غم کہوں کوئی غمخوار بھی تو ہو چھٹتا ہوا سول میں کوئی خار بھی تو ہو سمجھاؤں میں کسے کوئی ہشیار بھی تو ہو انکو یہ اضطراب یہ آزار بھی تو ہو مکنت کو نصیب یہ آزار بھی تو ہو اکھا رکب کیا ہو جب انکار بھی تو ہو امید وار جسم گنہ گار بھی تو ہو</p>
---	--

<p>دلکو بتوں کے عشق کا آزار بھی تو ہو وہ بخش دیکھا کوئی گنہگار بھی تو ہو بیجا ہے انکی ابرو سے خمدار کا گلہ ہم سر جھکائے بیٹھے ہیں جھگڑا کچھ کہیں کانوں سے تو سنی ہو ہمیشہ صد لے یار دل لیلیا ہو جان بھی حاضر ہے لیجئے وہ جو رو ظلم کرتے ہیں ہم جان دل نثار باز حسن و عشق میں شائق کی جو صدا</p>	<p>شائق۔ جناب بابور ام سہائے صاحب از سنگی گلی آگرہ تلمین جناب شیدا دہلوی عینی ہیں سیکڑوں کوئی ہمایا بھی تو ہو رحمت کا اُس کی کوئی سزا دار بھی تو ہو عاشق کے قتل کو کوئی تلوار بھی تو ہو تیغ نظر کا یار کوئی وار بھی تو ہو آنکھوں کو آرزو ہے کہ دیدار بھی تو ہو تم میری جان مال کے مختار بھی تو ہو سناک من ساہم ساو فادار بھی تو ہو دل بیچتے ہیں کوئی خریدار بھی تو ہو</p>
---	---

<p>محو خیال چشم منور کا رہی تو ہو رہ رہ کے یاد ابرو سے خمدار بھی تو ہو دل کا بقدر جنس حسد دیدار بھی تو ہو کامل ہیں دونوں اپنی عطا و خطا میں آج دل جلوہ گاہ طور بنے ہر نظر کے ساتھ گردن جھکائے بیٹھے ہیں تلوار کھینچئے</p>	<p>شمیم۔ جناب بابو چھتر مل صاحب بھر پوری تلمین جناب شیدا دہلوی دل کو سرور باد گلنار بھی تو ہو کانٹا جگر کا۔ بنجر خوشخوار بھی تو ہو جیسا ہو مال و لیا طلبگار بھی تو ہو بٹھسا غفور مجھ سا گنہگار بھی تو ہو موسیٰ کی طرح طالب دیدار بھی تو ہو قاتل یونہی بنے ہو کوئی وار بھی تو ہو</p>
---	---

<p>اعجازِ حسن سے وہ خبردار بھی تو ہو حسنِ بناں کی گرمی بازار بھی تو ہو پیرِ فلک سا کوئی ستمگار بھی تو ہو انکارِ لاکھ بار ہے افسار بھی تو ہو زلفِ پریشان میں گرفتار بھی تو ہو</p>	<p>مشرپا کرے گا جوانی میں دیکھنا کعبے لٹ آئیں ابھی شیخ و مجتہد راحت کبھی کسی کی گوارا نہیں اسے ہاں جھوٹ ٹوٹ ہی رہی بندھ جائے کچھ امید برباد کیوں ابھی سے غبارِ شمیم ہے</p>
<p>سر پہنچتا ہوں کوئی خریدار بھی تو ہو ہم یہ کہیں کہ آخری دیدار بھی تو ہو آفت کے دم میں تو گرفتار بھی تو ہو</p>	<p>آبادِ قتل پر وہ ستمگار بھی تو ہو کیا لطف ہو جو قتل کرو منہ چھپا کے تم ناصرِ اٹھامزے کو کسی سے گلے دل</p>
<p>جب لطفِ سیحشی ہے کہ وہ یاد بھی تو ہو کسکو بناؤں میں کوئی غمخوار بھی تو ہو یوسف کا تیرے کوئی خریدار بھی تو ہو دو دن کیواسطے کبھی بیدار بھی تو ہو مانا نہ تاب لائیں گے دیدار بھی تو ہو اقرارِ وصل سے اُنھیں انکار بھی تو ہو عشقِ تماں سے کوئی گنہگار بھی تو ہو کس سے نباہیں کوئی وفادار بھی تو ہو اک پہل بات ہو کوئی دشوار بھی تو ہو جب ہومزہ کو وہ بست عیار بھی تو ہو کیوں پرستم کہوں وہ ستمگار بھی تو ہو اب دلفریب خوبی گفتار بھی تو ہو چینے کا اپنے کوئی طلب گار بھی تو ہو</p>	<p>صبرِ جناب محمد اعلیٰ خاں صاحب رامپوری تلمیذِ بلبلِ تسلیم جناب تسلیم ساغرِ بحرِ محبت۔ شیشہ ہو۔ گلاز بھی تو ہو یوں پوچھنے کو پوچھتے ہیں حال سیکڑوں کیوں جاؤں جیسے دل سر بازار ہو نشان سوتارِ انصیب نہ جا گا بہت کہا دلت سے سن رہے ہیں یونہی لکن ترائیاں جینا رہوں نہ کس لیے اپنی امیر پر سب دیکھتے ہیں جلوہ شانِ خدا کو فیض غیرِ جہا کے بعد یہ کیا بن سکے کہہ دیا جب خود نہ آ سکے تو مجھے کر لیا طلب اس طرح رو نہ دیا جہا کیا کہوں خدا اودل تری خطائیں ہیں تیرے قصور ہیں اللہ نے دیا جو حسن جہاں ضرور ناحق وہ کہتے ہیں کہ سچا نہیں ہوئیں</p>

جناب صبر کو حضرت تسلیم نے ایک خاص مجمعِ شعراء میں ہمارے رو برو یہ لقب عطا فرمایا جسکو ہم حسبِ ارشادِ جناب بوصفِ درج کرتے ہیں اور یہ صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں۔ (ادبیات)

جب یس نے پوچھا غیر کا کیا کام بھی ہے گھر
مقتل میں تیغ باندھ کے آئے ہو کیلئے
اوجھڑا ڈھانے والے قیامت میں فتنہ گر
اسی صبراً بھی سیکڑوں ہیں صاحبِ حال

فرایا گل جہاں ہو وہاں خارجی تو ہو
جا بنا ز سیکڑوں میں کوئی وار بھی تو ہو
دل پیسنے کو مائل رفتار بھی تو ہو
لیکن ہنر کا کوئی طلب کار بھی تو ہو

طالب - جناب جان محمد صاحب ازلا ہو۔ بازار انارکلی

ابرو کی جنبشوں کا کوئی وار بھی تو ہو
فرہاد و قیس آج بھی ہو جائیں سیکڑوں
دو رخ امان مانگتی ہے مجھ سے بار بار

عاشق کے قتل کرنے کو تلوار بھی تو ہو
الفت کشتہ میں کوئی سرشار بھی تو ہو
مجھ سا جناب کوئی گنہ گار بھی تو ہو

طالب - جناب محمد عبدالرحمن صاحب رامپوری۔ تلمیذ جناب رسا

تقصیر کر کے پہلے خطا وار بھی تو ہو
کیونکہ نہ دم مختاری محبت کا ہم بھریں
جب حالِ دل سنا تو ستمگر نے یہ کہا
ٹھکر کے میری قبر کو یہ ناز سے کہا
دل سے عزیز کیوں نہ رکھوں انکے درد کو
تیغِ نظر سے قتل تو کرتے ہو تم مگر
رحمت کو تیری ناز ہے میرے قصور۔

رحمت کا کوئی اُسکی طلب کار بھی تو ہو
معشوق کوئی مساطرِ حِوار بھی تو ہو
حالت سے تیری کوئی خبر دار بھی تو ہو
کب تک ہے گا خواب میں بیدار بھی تو ہو
کوئی شبِ فراق میں غم خوار بھی تو ہو
جب لطف ہے کہ ہاتھ میں تلوار بھی تو ہو
اللہ کوئی ایسا گنہ گار بھی تو ہو

عاصی - جناب محمد صدیق صاحب دہلوی۔ تلمیذ جناب رولق دہلوی

پیدا جہاں میں عشق کا آزار بھی تو ہو
پینے میں پائے ناز میں جہانِ ناز تو اپنے
ای جاں سوالِ وصلِ پشیمں ہو مجھے
پینے کا لطف سا قیا جب ہے بہاریں
قصہ شبِ فراق کا کسکو سنائیں ہم

عینِ میں سیکڑوں کوئی بیجا بھی تو ہو
محشر بہا جو جس سے وہ جھکا رہی تو ہو
انکار اگر ہر لب پہ تو اقرار بھی تو ہو
گلشن بھی ہر گھٹا بھی ہے وہ یار بھی تو ہو
دشن میں سب کے سب کوئی غمخوار بھی تو ہو

عاصی - جناب منشی محمد کبیری علی صاحب کا کوروی ڈگری نوٹس مراد آباد

ایسا کوئی حسین طرح دار بھی تو ہو اب کس سے پھوٹیں سرور دیوار بھی تو ہو مجھ سیاہ بخت و سیہ کار بھی تو ہو اک بوسے کا زبان سے اقرار بھی تو ہو ہتھیار تو جی ہی ہے کہ کچھ دھار بھی تو ہو	دل آپ کو ندوں تو بھلا اور کس کو دوں ٹھوک کے سرمکاں کو بیاباں بنا دیا کیونکر ڈرے نہ مجھ سے بلائے شبِ فرقت دل بیٹھے میں شوق سے دیتا ہوں لپک سرمہ لگا کے کیجئے تیغ نگہ سے قتل
اپنا جہان میں کوئی غم خوار بھی تو ہو لہتے ہو دشمنوں سے خطا دار بھی تو ہو خنجر ٹلا ہوا ہے۔ مگر وار بھی تو ہو ایسے میں گرم خانہ خسار بھی تو ہو	کلمہ جناب حفظ الکبیر صاحب ڈرامیڈسٹ۔ از بھوپال قصہ سنائیں کیا لبِ انہار بھی تو ہو ہر چند ہے نگاہِ کرم میرے حال پر میں سخت جاں نہیں ہوں کیا غصہ حق آئی بہار چھائی گھٹا میکشوں چلو
اککار کرتے رہتے ہوا تار بھی تو ہو سر پھوڑے کو دشت میں دیوار بھی تو ہو نقوڑیسی اس میں خوبی گفتار بھی تو ہو موسنی سا کوئی طالب دیدار بھی تو ہو قنقہ جیہ پہ دوش پہ زمار بھی تو ہو محشر میں کوئی میرا طرف دار بھی تو ہو ہونا نہیں گلے ہیں کوئی بار بھی تو ہو	کاشفِ خباہتِ منشی محمد کاشف صاحب ڈرامین۔ تلمیذ جناب وجاہت صاحب اک روز مجھ سے کام کی گفتار بھی تو ہو شوریدہ سرورِ قیس وہاں کیا رہ گیا وہ ہر منہ سے بول اٹھنے کو تصورِ یار کی جلوہ دکھانے میں نہیں کچھ غدر یار کو عشقِ تباں میں شیخ ہے کافرِ بے نام میں کیا کہوں خدا کی خدائی ہے مخوف کاشف کے ہاتھ ڈال لو گردن میں نیکی
گلزار میں کھلا ہوا گلزار بھی تو ہو دہ پردہ اپنے ہاتھ میں تلوار بھی تو ہو اقرار ہو چکے ہیں کچھ انکار بھی تو ہو اپنی نگاہ اُن سے کبھی چار بھی تو ہو	کمال جناب حکیم سید محمد مہدی صاحب لکھنوی خلیفہ ارشدِ مہاشین حضرت علی اکبر رحمیں میں یا جلوہ رخسار بھی تو ہو دل میں خیالِ ابروئے خمار بھی تو ہو بجڑے کسی سے وصل میں تکار بھی تو ہو دو چار آرزوئیں کہیں دلی کس طرح

خود کچھ کے مجھ کو فوج کرے دیکھنا ہو نہیں او دشتِ آرزو تجھے دامن تول گیا پی پیچے جامِ بیخود و غافل نہ ہو ہر اس اٹھ اٹھ کے پوچھتا ہے طبیعت بھلے کے دل تیری کشیدگی مجھے دشت میں یاد کے مطلوب بن کے اپنا طلب گار کر لیا چھوٹے ہوئے پہم سے تعلق ہو نہیں اٹھ اٹھ کے راہ میں نہ قیامت ہو پناہ کس پر گراؤں برق بجلی میں ناز سے اُس چشمِ نیخواب نے افشا کیا یہ راز دامن کشی کا قصہ ہو کیا وصل میں کمال	جو میری آرزو ہے وہ تلوار بھی تو ہو اُجھے گا کون اس سے کوئی غار بھی تو ہو ساقی کے دوڑ میں کوئی ہشیار بھی تو ہو فرقت میں درد سا کوئی غمخوار بھی تو ہو سر پھوڑنے کو سایہ دیوار بھی تو ہو ایسا کوئی کسی کا طلب گار بھی تو ہو آزاد ہی نہیں ہو گرفتار بھی تو ہو سنبھلی ہوئی کبھی تری زرقار بھی تو ہو کہتے ہیں کوئی طالب دیدار بھی تو ہو سوئے کی یہ صفت ہو کہ بیدار بھی تو ہو دست ہوس کا کوئی مددگار بھی تو ہو
---	---

کاوش۔ جناب محمد شاہ خاں صاحب رامپوری تلمیذ حضرت جلال کھنوسی نور اللہ علیہ

دل اٹھ کے محو جلوہ رخسار بھی تو ہو کیونکہ نہ توط توط کے اس کو بنائیں ہم پھر رنگ تو دکھائے مری صبح آرزو آرامان دل کے ایک شائے میں قتل ہو ارمان ہوں جو دل میں تو ہو یاں کا گزر جو دلیں رنجشیں ہیں بد لجا میں طعنے کاوشنِ خد کے سامنے رونیکو خرم سے	سو یا تمام رات ہے بیدار بھی تو ہو مضبوط کچھ خیال کی دیوار بھی تو ہو بختِ سیہ سے ملے شبِ تار بھی تو ہو ترچھی نگاہ آپ کی تلوار بھی تو ہو ہوں پھول جس جگہ غلشِ خار بھی تو ہو جو ہے جفا پسند وہ غمخوار بھی تو ہو اعمالِ بد کے ساتھ گنہگار بھی تو ہو
--	---

قتیس۔ جناب ہدایت اللہ صاحب ہلوی تلمیذ جناب سائل صاحب ہلوی

میری طرح رقیب و فادار بھی تو ہو پاؤں کے آبلے میں کوئی غار بھی تو ہو مینے کوجب ملیگی تو دل بھی رہ گیا خون	یاری کی اس میں شان ہو وہ یاد بھی تو ہو قسمت میں اسکی لذتِ آزار بھی تو ہو جنت میں ایک خانہ خمار بھی تو ہو
--	--

منکر سوال وصل کا انکار تنو کیے
جنگل میں لیکے آئی ہر وحشت مجھے تو کیا
وہ درو کو سمجھتے ہیں بیدار کب مرض
لیجاؤں دل کو بیچنے بازار مصر میں
ملنے کا وعدہ کر لیا میں مطمئن ہوا
دیوانگی یہ قیاس کی آتا نہیں ترس

بھولے سے ایک مرتبہ اقرار بھی تو ہو
سر پھوٹنے کو چاہیے دیوار بھی تو ہو
بیار کو وہ کہتے ہیں بیمار بھی تو ہو
یوسف جمال کوئی خریدار بھی تو ہو
تاہم کب آپ آئیں گے اقرار بھی تو ہو
سب ہیں بنی کے بگڑی کا اکابر بھی تو ہو

قمر۔ جناب شیخ محمد شریف صاحب ڈرامہ بین بٹالوی تلید جناب حسام المپوری

دل بیچتے ہیں کوئی خریدار بھی تو ہو
پھنس جائے اس کا دل بھی ہمارے طرح ہیں
کیوں آج ہر حجاب میری جان شب سال
عش آگیا تھا حضرت موسیٰ کو طور پر
بت بن گیا ہوں دیکھ کے اس بت کی شکل کو
کسکو مٹانے آیا ہے اب او قمر وہ شوخ

اس مال کا جہاں میں طلبگار بھی تو ہو
آفت کے راز سے وہ خبردار بھی تو ہو
اگلو ذائقاب کہ دیدار بھی تو ہو
ایسی کسی کو حسرت دیدار بھی تو ہو
اب کیا کہوں کہ طافت گفتار بھی تو ہو
ترت کا مری اب کوئی آنار بھی تو ہو

قنبر۔ جناب حکیم قنبر صاحب احمد آبادی

جاننا زبیر خنجر نو مخوار بھی تو ہو
تم ان نراکتوں سے مجھے کیا کر گئے قفل
برق جمال دیکھنے کی تاب چاہیے
رحمت خدا کی حشر میں کہتی ہر چار سو
درودہ بت پرستی کسی کام کی نہیں
فٹے قدم قدم پر رہیں لوٹے ہوئے
یوں اوپری دلوں تو ہوتی ہر ہوگی چاہ
قنبر چھپائے سے بھی جو بجائے آفتاب

عاشق کو عشق ابروے خمار بھی تو ہو
قبضہ میں ہاتھ ہاتھ میں تلوار بھی تو ہو
موسیٰ کی طرح طالب دیدار بھی تو ہو
بخشش کا خوشنکار گنہگار بھی تو ہو
قشق جہیں یہ دوش پہ زنا رہی تو ہو
لے حفر۔ امتیاز۔ یہ رفتار بھی تو ہو
آفت بھی ہونباہ بھی ہو پیار بھی تو ہو
یوں دلیں عشق حیدر کرار بھی تو ہو

قنبر۔ جناب مرزا محمود بیگ صاحب حروف ساز دہلی

<p>عینی ہیں سیکڑوں کوئی بیابانی تو ہو توبے نقاب سامنے اکبار بھی تو ہو جنت میں کوئی ایسا طرہ دار بھی تو ہو ایسی سیکی چلبلی رفتار بھی تو ہو کشتہ مری طرح کوئی اغیار بھی تو ہو بیابان مجھسا دیکھو طلب گار بھی تو ہو</p>	<p>پورا سیکو عشق کا آزار بھی تو ہو پردہ نشین ندیدہ ہوں سنت سے وید کا ای شیخ کیوں میں دلوں لگاؤں بجز صیب ہر ہر قدم پہ فتنہ محشر پیا کرے میرا ہی دل ملا ہو جلا نیکو اک نہیں سائل تمہارے وصل کا دست تھا تھیل</p>
<p>محبوت چشم ساقی سرشار بھی تو ہو پیر مٹھاں کا دل سے پرستار بھی تو ہو لے شوق تیز تر ترار ہوا رہی تو ہو اپنے پرلے سے ذرا بیزار بھی تو ہو اس دل سے اس جگر سے کہیں بھی تو ہو لیکن مری طرح کوئی خونبار بھی تو ہو منصور کی طرح وہ سیر دار بھی تو ہو اس درد مند کا کوئی غمخوار بھی تو ہو معتوق کوئی تجھ سا طرہ دار بھی تو ہو سرشار مجھ سا پر کوئی میخوار بھی تو ہو قابو میں اپنے وہ بت عیار بھی تو ہو جنس نفیس رونق بازار بھی تو ہو اس درد مند کا کوئی غمخوار بھی تو ہو</p>	<p>محبوبہ عاص و لدار بھی تو ہو پیکر شراب عشق کو سرشار بھی تو ہو منزل کو طو کرے وہ یہ رفتار بھی تو ہو توکل تعلقات کا پھر نام لیجیو تیر نگاہ یار پہ دونوں ہیں لوٹ بٹ رستے ہیں یوں تو پھر میں عاشق ہزار مکیہ کلام جس کا انا سجت ہو دوستو! رہتی ہے یہ تصور جاناں سے گفتگو بیوجہ دل میں کیسے جگہ دوں میں غیر کو پھرتے ہیں تیری آنکھوں کے متوسل کیوں جانے گھر میں غیر کے روکوں میں کس طرح ٹھانی ہو دلیں بھیج دوں ہلی کو غزل قطاس کس سے میں کہوں طال لہریں</p>
<p>محرم۔ جناب محمد ذکریا صاحب دہلوی۔ تلمیذ جناب رونق صاحب دہلوی اکار بار بار ہے اقرار بھی تو ہو مجھ سا جہاں میں کوئی وفادار بھی تو ہو</p>	<p>ایجاں سوال وصل یہ پس ہو چکی نہیں مانا ہزار قم سے جفا کار ہیں مگر</p>

زادہ خدا کے واسطے ہم کو نہ کھینچ ساتھ مشاق اکیا ہے؟ اگر کہی ایک غزل حرا	مسجد کے پاس خانہ خستہ بھی تو ہو کچھ بات فکر کی نہیں بیمار بھی تو ہو
جنس گراں کا کوئی خریدار بھی تو ہو دشمن کو ساتھ لاکے جنا ہے یہ مجھے افواہ عام کا نہیں کچھ دل کو اعتبار بارش کے ساتھ برق کا ہونا ضرور ہے یہ کیا؟ جھلک دکھائے ہی منہ کو چھپا لیا سہنیا کر کے سامنے نشتر لایے ہوتی ہے پوچھ گچھ مری شگام جہدِ ظلم اک طرف فیصلہ تو ہے انصاف کے خلاف سے انصاف کہتا ہے تاہم عبت انھیں	ناور۔ جناب حافظ محمد اسحق صاحب دہلوی تلمیذ جناب سائل صاحب یوسف اگر ہو گرمی بازار بھی تو ہو گل کے قریب چاہیے اک خار بھی تو ہو منستے ہیں جس کی دھوم و دیر بھی تو ہو اشکوں کے ساتھ آہ شر بار بھی تو ہو جلوسے کی طرح جلوہ دیدار بھی تو ہو مشاق دید۔ دید کو تیار بھی تو ہو میری طرح سے پرسش اغیار بھی تو ہو ہو مدعی جو پیش خطا وار بھی تو ہو مطلب کا اپنے منہ سے طلبگار بھی تو ہو
بے لطفیوں میں لطف کا اظہار بھی تو ہو مقتل میں کوئی سر سے سبکبار بھی تو ہو اس سے کہوں میں حال نہ اس طرح ہم تو خوشی سے ناز اٹھائیں تم سہیں ہو جائیگی کہی نہ کہی دید بھی نصیب مجھ پر کیوں نزول بلا عمر بھر ہے سفاک میرا خون بہانے کے واسطے صورت ہے دل فریب تو آنکھیں ہیں سحر فرن مکمل ہے غصہ جرم کی تدبیر بھی۔ مگر یہ کیا کہ دیکھتے ہو کن انھیوں ہر گھڑی	تیار۔ جناب سید مسعود صاحب دہلوی تلمیذ جناب قمر صاحب بدایونی ہر وقت ہے بگاڑ کبھی پیار بھی تو ہو خنجر تھامے ہاتھ میں ہے وار بھی تو ہو مجھنا تو ان میں طاقت گفتار بھی تو ہو لیکن کوئی حسین طرہ دار بھی تو ہو اے چشم شوق طالب دیدار بھی تو ہو شام فراق حصہ اغیار بھی تو ہو ترکش میں تیرا ہاتھ میں تلوار بھی تو ہو تم دلبری کے ساتھ منو نکار بھی تو ہو دل میں امید رحمت غفار بھی تو ہو تیرنگاہ دل سے کہی ہار بھی تو ہو

رضوان علیہما محمود خیر نواب حاجی محمد رضوان علیہما خیر نوابس مراد آبادی و گامزرا غالب

درماں ہزارا ہا ہیں کچھ آزار بھی تو ہو
ساقی بھی ہو۔ چمن بھی ہو۔ کالی گٹا بھی ہو
ہنگامہ گرم طور و تختی کا ہے ہنوز
کچھ ہم بھی اُس سے لذتِ نظارہ پر چستے
دل میں ہو کہ رقیب کا کردوں جلانے خاک
رخسوں میں یار ہیں کے بھرتا تو ہے نہ مک
ہم امتحانِ آبلہ پائی کا دیں ابھی
جاری ہیں شک سیکڑوں کا تختِ انہیں
راہِ طلب جو طے ہو ملے آستانِ یا
ہیں مستحقِ رحمتِ حق اہلِ معصیت
یکتا کی کا جو دعویٰ ہو صورت نہ پھر لکھا
ٹکڑے لے سر کو قیس کہاں جائے انجدا
کہتی ہیں چشمِ یار سے اُس لب کی جنبشیں
زلفیں بٹیں تو وہ مرغِ تاباں نظر پڑے
وعدہ ہی جب کیا نہیں ایفار وعدہ کیا
لینا ہے دل میں شوقِ شہادت کا چھپکال
رضواں کمالِ دلی میں بھیجا کرو غزل

عیسیٰ ہیں سیکڑوں کوئی بیمار بھی تو ہو
تب لطف میکشی ہو وہ میخوار بھی تو ہو
موسنی کی طرح طالب دیدار بھی تو ہو
میخو و جال یار کا ہشیار بھی تو ہو
نالوں کے ساتھ آہ شربار بھی تو ہو
مٹو ٹاسا اُس میں سودہ رنگار بھی تو ہو
راہِ طلب میں وادی پُر خار بھی تو ہو
اِس قافلہ کا قافلہ سالار بھی تو ہو
آسان ہماری منزل و شوار بھی تو ہو
ہر بے گنہ سے کہہ دو گنہگار بھی تو ہو
وہ چہرہ آئینہ میں نمودار بھی تو ہو
جنگل میں نجد کے کوئی دیوار بھی تو ہو
عیسیٰ ہیں سیکڑوں کوئی بیمار بھی تو ہو
اِن بادلوں سے چاند نمودار بھی تو ہو
اِس میں ہے گفتگو دہن یار بھی تو ہو
قتال کے ہاتھ میں کوئی تلوار بھی تو ہو
اُس جنبش بے بہا کے خریدار بھی تو ہو

کمال۔ جناب حکیم سید مہدی صاحب خلفہ الصدق و جانشین حضرت جلال مرحوم

راحت رساں ہو دیے آزار بھی تو ہوا

دلدار ہی نہیں ہونے لگا بھی تو ہو

۱۔ ایکی غزل بوجہ دیر میں وصول ہوئی کہ خلاف ترتیب راج ہوئی ۱۲۔ جناب سید جہدی حسن صاحب کمال
لکھنؤ کی غزل بھی بعد ترتیب رسالہ وصول ہوئی لہذا انہیں میں بلا پابندی انتخاب شامل کیجانی ہے۔
۳۔ سیدہ سے نامی مٹھرا ہر ہند، ۱۔ اشعار خود ہی انتخاب فرما کر بھیج دیا کریں۔ کیونکہ ۱۔ اشعار سے زائد شامل کرنا
مکملہ سیر کے قواعد کے خلاف ہے۔ ۲۔ اظہر میسر۔

نوفٹ جو کما سمجھتے ہو جو ہوا کر بولی کے دفن نامیں متواتر آہٹ۔ مذکور قطعی کی راسا لکھیا کہ پیر شاہی ہو سکا اسکا نام لکھنا مستطاب۔ ابریل بریز ریز طبع عقوبت جابر غرضت ہو لاکھ لکھ لکھ

درپردہ محسوست دیدار بھی تو ہو
تم درود دل ہو صورت بغیر بھی تو ہو
غم غمے میں اور ناز میں تکرار بھی تو ہو
رک جاؤ تم سے اور کچھ تم کس طرح
عاشق بنا رہا ہے تمہیں شوق آئینہ
جان بخش دو نوں لبیں تمہیں میں نہیں
مے اپنی جان و دل تمہیں کھو سکے مولے
تازہ ہوں دل کے زخم تو زخم نہیں ہو
وصل عہد میں میری کدورت بھی وصل پاک
ہٹ جاؤ تم اداسے کہ دم توڑتا ہوں میں
جلاد بن کے شاد کرو مشوق قتل کو
جو اس جہن میں صورت سبز ہو مخواب
یہ ناز کم سنی کے قیامت کی میں دلیل
وہ پہنچتے ہیں در و جگر کس طرح کہیں
ساتی ہی۔ موی شیشہ ہی۔ کالی گناہی
پھر پھر کے دیکھتی ہر دہر حمت او کمال

دلدار ہی نہیں ہوستم گار بھی تو ہو
آزار ہی نہیں ہو دل آزار بھی تو ہو
تکرار بڑھکے وصل میں تلوار بھی تو ہو
ناوک اگر معاہدے خمدار بھی تو ہو
الفت میں تم کسی گرفتار بھی تو ہو
عینی ہی تم فقط نہیں بیار بھی تو ہو
اس طرح اور کوئی حسد یادار بھی تو ہو
محل جس طرف کھلے ہوں ہاں خار بھی تو ہو
اکنچ میں بھی ہوئی دیوار بھی تو ہو
آنا تھا کائنات میں دشوار بھی تو ہو
بل ابروؤں میں ہاتھ میں تلوار بھی تو ہو
بج کر نصیب غیر وہ بیدار بھی تو ہو
نکتہ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہشیار بھی تو ہو
ارضعت ہم میں طاقت گنار بھی تو ہو
ان سب کے واسطے کوئی گلزار بھی تو ہو
بنہ خدا کا ایسا گنہ گار بھی تو ہو

منظر۔ عالیجناب حکیم اسد علی خاں صاحب دہلوی

ہم خود کئی کریں کوئی تلوار بھی تو ہو
لازم ہو سوز و گم کا اظہار بھی تو ہو
ہر ہر قدم پہ حسرت ہوا ہم حرام
مرتا ہے بخت پہ غیر یہ کہنا بجا ہی

دل میں خیال ابرو سے خمدار بھی تو ہو
لب پر جلن سے آہ و شرر بار بھی تو ہو
ایسا کسی کا فتنہ رفتار بھی تو ہو
دلدادہ تیرا جان سے ہیزار بھی تو ہو

لہ عالیجناب حکیم اسد علی خاں صاحب منظر دہلوی۔ شہر دہلی کے نامی شعرا میں سے ہیں آپ کا کلام ہر طرح متادانہ
رنگا ہوتا ہو۔ اس غزل کو پیش کی رلے کہ بلا انتخاب شائع کیا ہے بندہ ہم مجاہدہ نایاب ترین کی لکھی ہے شائع کیا

بوجھیں وہ پوچھتے ہیں مرے دلی آرزو
 بڑھ جائے اور شور قیامت میں اوفلک
 صورت نہ کیوں دکھاؤ دم سکتہ بغیر کو
 تم نکھیں بچھائیں کس کے لیے فرزند خواب
 ضبط مطلق سے اپنے ہی دم پر نبی تو کیا
 یہ کیا کہاڑے ہیں میں اور بھی ہیں
 کافی ہے میرے قتل کو ظالم اولے ناز
 مجھ ناتواں کے نفع کو پھر کیا کفن کی فکر
 سلجھا لیا جو زلف گرہ گیر کو تو کیا
 ممکن نہیں کہ غیر انا بحق سرا بنے
 محشر سے ہو چکا ترا دیوانہ پائمال
 دشمن کے دینے میں بھی نہ کچھ غدر ہو مجھے
 عیسیٰ بھی ہوں تو چارہ مردہ دلی محال
 دوری بھی انکی پاس سے ہر پاس نکریں
 زاپہ کو لطف کیا جٹے بھی مئے طہور
 پھرتا ہوں شوق قتل میں تیغ و کفن یے
 کرتا ہوں قتل لے سنہ خواہاں اگر مجھے
 اُس رشک گل کے دم ہے آبادی جن
 و غشتہ میں کیوں اڑاؤں نہ ہیاں کو بکو
 اُسکے بغیر بادہ کشی کا مزا نہیں
 ظاہر نشان مقررستم گار بھی تو ہو
 ظالم ہے گر تو دشمن اغیار بھی تو ہو
 وہ رشک آفتاب نمودار بھی تو ہو

دیگر

مجھ ناتواں میں طاقت گفتمار بھی تو ہو
 شامل کیسی شوخی رفتار بھی تو ہو
 تم ہی جہاں میں آئینہ بردار بھی تو ہو
 ہنگامہ زاوہ منتہ رفتار بھی تو ہو
 ٹکڑے فغاں سے چرخستم گار بھی تو ہو
 تجھ جہاں میں کوئی طرح دار بھی تو ہو
 کسے کہا کہ ہاتھ میں تلوار بھی تو ہو
 سر پر کسی کا سایہ دیوار بھی تو ہو
 وا تم سے میرا عقدہ دشوار بھی تو ہو
 کوئی کیا محرم اسرار بھی تو ہو
 طرز خسرام و شوخی رفتار بھی تو ہو
 جنس وفا کا کوئی حیدر دار بھی تو ہو
 کسی دوا کروں کوئی بیمار بھی تو ہو
 لمیں کیسی حسرت دیدار بھی تو ہو
 کوثر پہ کوئی رند قدح خوار بھی تو ہو
 مرے کو اس طرح کوئی تیار بھی تو ہو
 تربت فقیر کی پس دیوار بھی تو ہو
 گلزار میں وہ خیرت گلزار بھی تو ہو
 رسوائی جنوں سرب بازار بھی تو ہو
 محفل میں تیری مضطربخوار بھی تو ہو
 اُس کا زمیں پہ سایہ دیوار بھی تو ہو
 وہ بات کہ جو جھکوں زوار بھی تو ہو
 پر تو نکلن کبھی سیر دیوار بھی تو ہو

سمجھے گا کوئی خاک پریشانیں مری
ہو کچھ تو افتخار مجھے لے خونِ عشق
مشکار بھی راہِ عشق میں ثابت قدم ہے
ایذا طلب ہوں میں سبکستان سے دعا
ماں کا کہ حسن جو تیرا برق بکھا ہوا
کیونکر نہ ملے کروں رہتلم سر کے بل
دیکھینگے حال زار مرا آپ کس طرح
عرضِ طلب میں کیوں نکلوں میں سبب
پیدا کیا ہے اس نسبت کا فرسہ سلسلہ
تن سے نکل کے جان وراثت ہی لئے
دعویٰ کیسا چل نہیں سکتا بلا دلیل
میر ندیم پر نہ ہوں متربان کس طرح
یوسف کی جھکو قیمتِ اول ہی کیوں بد
جھکو تو کاشی ہے شبِ غم کسی طرح
غنچہ لبی کی دھوم نہ پھیلے چمن چمن
ہوتی ہے پانگل کو بھی آزاد کی نصیب
پیش نظر ہو مرے کیوں رشکِ سیکہ
مرا تکی کی بھر میں آسان گر نہیں
لذتِ فرا نہیں ابھی ایذا سے جنگجو
دیکھا جھٹم غور سے غفلت ہے رگی
مقتدر کسی سے بھی تو ذرا حالِ دل ہو

مجموعہ خیال کا اظہار بھی تو ہو
پڑنے کو سر پہ خاک دریا بھی تو ہو
اقرارِ محو ذات سب دریا بھی تو ہو
فرطِ ستم سے کچھ مجھے آزار بھی تو ہو
جلنے کو ہمسایا طلب دیدار بھی تو ہو
پائے طلب میں طاقتِ زقار بھی تو ہو
آنکھوں سے دور پردہ پندار بھی تو ہو
اس خوشنما سوال کی تکرار بھی تو ہو
کچھ برہن سے رشتہ زنا رہی تو ہو
میت پر میری کوئی عزا دار بھی تو ہو
تکرار پر تو باعثِ تکرار بھی تو ہو
غموار کو تلا فی غمخوار بھی تو ہو
بکتے ہیں ہم ابھی وہ خریدار بھی تو ہو
پہلو میں ہم نشیں کوئی تلوار بھی تو ہو
محفل میں گلشنِ گفتمار بھی تو ہو
سروچمن سا کوئی گرفتار بھی تو ہو
بزمِ خیال میں کوئی ہشتیار بھی تو ہو
دشوار ہم کو مردِ دشوار بھی تو ہو
پائے خاکستہ میں خلشِ غار بھی تو ہو
ہونے کو بے خبر کوئی ہشتیار بھی تو ہو
در دہن سے کوئی خبر دار بھی تو ہو

بقیہ طرح گزشتہ

خاتیمہ العالیٰ طباطبائی شکرستانِ خوشنما فی راقم الدوۃ حضرت ظہیر الدین حیدر علی صاحب دہلی دارالافتاء

ہم جناب سید ظہیر الدین حسین صاحب دہلی کے توال سے کہنا ہوں کہ یہاں جو پانچ سو سالوں سے جاری ہے کلامِ
فطانتِ انصاف سے رسالہ کمال کی عزت (فرمانی) فرماتے ہیں امید ہے کہ یہ بھی ای طرح علمی امداد سے زیارت
بناتے رہیں مگر ایسے کامل رسالہ الوقت کا کلام ہمارے سامنے کے لیے باعثِ نزہت ہو۔ (ایڈیٹر)

اگر مہل موجزن طغیانیاں شکست امت کی
 فقیر فقر شرب ہوں نہیں کچھ حرص و ولت کی
 گزر جس رہ گزر سے ہو گیا ہر باقیامت کی
 نہ بخش بھی کہ دورت کی نہ ضد بھی کچھ ثبات کی
 تماشا پردہ کہتے ہیں کہ کیا شامت بھی قسمت کی
 ترا وہ سر جھکائے شرم سے آنا قیامت تھا
 رہائی بعد مدد ہی نہیں قسمت کی گردش سے
 اگر دنیا ادھر کی ہو اور نہ وہی نہ بدلے گی
 چٹے ہیں حشر میں لینے کے پئے داد خواہوں کی
 زانہ مال و زر سے کہ کوکھ کالا مال ہے لیکن
 یہ جھینٹے دیجھے کوثر کے اسکو حضرت و غلط
 حسینان جہاں جتنے ہیں گلہ بستہ ہیں کاغذ کے
 خطا اپنی ہر لغت میں ہیں گر نہ ملتا تھا
 گل ترکو تنہا رہی نازک اندامی سے کیا نسبت
 سنا جاتا ہر کل رندوں نے شیخی کر کر کی کردی
 چمن میں شلخ گل کو ناز ہو اپنی نزاکت پر
 شکایت منگوستی کی نہ شکوہ قدر دانی کا
 تری چشم سخن کو کہہ رہی ہے راز دل تیرا
 طہیر بادہ پیا اس غزل گوئی سے کیا حاصل

تو بارش آتش و وزخ پہ ہوا باران رحمت کی
 توکل پر گوارا پناہ عادت پر قناعت کی
 قیامت نے بلائیں لی ہیں ٹھکانے قلمت کی
 صبا نے کس لئے برباد میری خاکِ تربت کی
 نہ تھی طافنت محبت کی تو کیوں قے محبت کی
 ترے انا ز نے ظالم قیامت میں قیامت کی
 بگوئے بن کے اٹنی ہر ہماری خاکِ تربت کی
 تمہاری ظلم کی عادت ہماری خود محبت کی
 شکایت کے عوض ہر مغدرت الٹی نالیت کی
 قسم کھائی ہر محبت نے مرے روز مصیبت کی
 جسے حسرت ہو جوڑوں کی جسے خواہش محبت کی
 وہ ان میں رنگِ لغت ہو نہ خوشبو پر محبت کی
 ہوئے ہم جھنڈر گردیدہ اتنی تھے لغت کی
 ہو لیکن بھی نہیں سکو لگی ناز و نزاکت کی
 جناب شیخ لیتے تھے بہت لبنی مشیخت کی
 ذرا چلکر دکھا دو سیر تم ناز و نزاکت کی
 ستائش کی متنا ہو نہ خواہش مجاہدِ شہرت کی
 تری شرم و حیاء ناز ہر تیری شرارت کی
 نہیں تو قدر و نیامیں سخن گستر کی محنت کی

قصیر۔ جناب منشی گوری شکر صاحب دہلوی تلمیذ حضرت ظہیر دہلوی مدظلہ

تھیں چاہا نہیں۔ اچھے بھلے دل سے عداوت کی
 جھلک کچھ دیکھ لی کہ کیا ہا سے داغِ نفرت کی
 عداوت کے ذکر پر پیور بدل کر مجھ سے کہتے ہیں

بنائی جان پر اپنی بڑی متھے محبت کی
 کہ رنگ بھکی بھکی سی ہر خورشید قیامت کی
 اسی بتے پہ دعویٰ تھا محبت کا محبت کی

کسی دن ہاگر کھلے ہائے تو یہ بھی کھلے از خود لگا رکھی ہو دو ہری گھات میرا دل چرنے کو تمہاری چال کے نقوش حوریں ہر گنیمت مل اشاروں میں تہہ دیتی ہیں کچھ چھپی ہوئی نظریں گلوں پر کس صفائی سے چلی ہو کج منزل میں تمہارا کیا اجارہ دکھائیں کیوں بتائیں کیوں منہل آیا ہو کیا انکار میں اقرار کا پس وفاؤں پر جفا نہیں ہیں کہیں کیا انصاف ہے	تسے بند قہا میں بھی گرہے میری قسمت کی نگاہوں نے جو شونہ کی توڑ لغو کس نثر کی خدا رکھے کہ جنت میں بھی بھیری ہو قیامت کی پریشاں زلف ساری دستاں کتنی پر خلوت کی روانی تیغ قاتل میں ہو کچھ میری طبیعت کی کہیں سے لائے ہیں تصور پر اکسمیوت کی جسے موقع پہ کچھ اٹھکی زبان نے آج گنت کی ہیں تو اس آئی ہی نہیں خوبو محبت کی
--	--

اطلاع - چونکہ غفریب سالہ ہذا کا دوسرا سال شروع ہو گیا ہے لہذا
اتماس ہے کہ جن محرز اصحاب نے ابھی تک چند عطا نہیں فرمایا ہے وہ صفا مہربانی فرما کر
آخر اپریل سالہ تک ترسیل نہ قیمت سالانہ سے اعانت فرما کر جلد بشکر یہ کام موقع دیں
یا رونگی وی پی کی اجازت مرحمت فرمائیں جسے محض اس خیال سے ابھی تک
وی پی روانہ نہیں کئے کہ آپ کی شان کے خلاف ہو۔ ہمیں مہربانی کہ ہمارے معزز
خریدار ہیں دوبارہ اس امر کے تحریر کرنے کی مطلق ضرورت نہونے دینگے نہ
کمٹی نے اس امر کا قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ آئندہ وہ مضامین جن میں علمی محبت کے
علامہ و ادبیات کا ایک لفظ بھی اشارت یا کنایہ ہو گا درج نہ ہونگے۔ کسی صاحب
کے طرحی اشعار کی حالت میں اسے زیادہ طبع نہ کیے جاوینگے
مصرعہ طرح - بابت ماہ اپریل - "ان سے کہوں تو خاک کہوں دل کی آرزو" بسمل قافیہ
بابت ماہ مئی - کہاں یہ مرتبہ میرا کہ ہوں میں راز داں تیرا - نیجا قافیہ
بابت ماہ جون - نعمت ملی ہو عشق کی آب اور کیا ملے خدا دے قافیہ

نوٹ - کم از کم مبلغ عرصہ چندہ سالانہ عطا فرمائے والوں کا اسم گرامی ایک سال تک ہرست
معاونین میں درج ہوتا رہے گا ۱۲

اضدہی اور باتونی عورت نے پھر کہنا شروع کیا۔ ایک بات اور بھی قابل خیال ہے۔ مجھے
متعجب ہے کہ تم کو اپنے فائدہ کا مطلق خیال نہیں۔ ہکو بڑے آدمیوں کی خاطر تواضع
کرنی چاہیے۔ یہ یاد رکھو کہ سرولیم بریڈ کا کوئی بچہ نہیں ہے اور وہ سب کچھ کپتان کی کے
واسطے چھوڑ جائیگا اور اس طرح یہ ایک دن نڈر ہال کا مالک ہوگا۔ افسوس ہے کہ تم پر
میری ان باتوں کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اس لئے زیادہ تم سے کہنا فضول ہے۔
مسٹر شپیرڈ ابھی اپنے خاوند سے اور بھی باتیں بناتی اگر اسے وقت ہے یہ خیال نہ آجائے کہ
اس کے خوبصورت ہمان کو شاید کسی اور چیز کی ضرورت ہوگی۔ لہذا وہ فوراً دیوانخانہ کو
واپس چلی گئی اور اپنے ہمان سے مسکرا کر کہنے لگی۔

مسٹر شپیرڈ۔ مجھے اُمید ہے کہ تمام چیزیں قابل پسند ہونگی؟
ابھی اس جملہ کا جواب نہ ملا تھا کہ باہر سے گھوڑوں کی ٹاپوں اور بھتیوں کی
اگر گرواہٹ اور چارک کے پھسکارنے کی آواز کان میں آئی
مسٹر شپیرڈ (دل میں) خدا کرے اور مسافر یہاں ناشتے کے لئے قیام کریں چمک
اُسکو اپنے کام کا بہت خیال تھا۔ فوراً دیوانخانہ سے باہر چلی گئی۔ چند ہی منٹ
میں ایک زمانہ چیخ اور ساتھ ہی کسی بڑی چیز کے ٹوٹ جانے کی آواز آئی۔

کپتان کی گھبراہٹ فوراً کمرے سے باہر آیا اور سرے کے دروازے سے درجہ
بیان سابق لندن اور نیو مارکیٹ کی سڑک کے کنارے پر واقع تھا باہر نکلا۔ کیا دیکھتا
ہے کہ ایک بڑی شاندار گاڑی جو اس زمانے میں اعلیٰ درجے کے لوگوں میں منغل
تھی وہاں ٹوٹ جانے کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے۔ یہ گاڑی نہایت چمکدار رنگی ہوئی
تھی اور اس پر تمام ٹکٹ کا کام ہو رہا تھا۔ وہاں ٹوٹ جانے کی وجہ سے ایک طرف کو
گرتی پڑی تھی اور چھ گھوڑے جو اس میں بٹھے ہوئے تھے غل و شور کی آواز سے ڈر کر
بالکل بے قابو ہو رہے تھے۔ چارک سوار کچھ کس سے کوڑ کر مٹکو قابو میں لائی

کو شش کر رہے تھے۔ اور نین سائیں جو گاڑی کے پیچھے کھڑے تھے اس زور سے سڑک پر گرے تھے کہ گاڑی والوں کی مدد کرنے کے بالکل قابل نہ رہے تھے۔ شید پڑنے گاڑی کی وضع دیکھ کر سمجھ لیا تھا کہ یہ دربار شاہی سے تعلق رکھتی ہے اس لیے وہ اس واقعہ کے نظارہ کی طرف نہایت سستی سے آہستہ آہستہ جا رہا تھا۔ اس کو ہر ایک ایسی چیز سے جو خاندان شاہی سے متعلق تھی دلی نفرت تھی لارنس کی یہ حال دیکھ کر سرے کے دروازے سے ٹوڑا اور سست قدم مالک سرے کو پیچھے چھوڑ کر مدد کرنے والوں میں جتنی سخت ضرورت تھی جا شامل ہوا۔ اس نے دور ہی سے بھاگتے میں اس بات کو دیکھ لیا تھا کہ گھوڑے گاڑی کو سڑک سے دوسری جانب کو کھینچ رہے ہیں جس سے یہ قوی خطرہ تھا کہ وہ رائی ہوس کی خندق میں نہ جا پڑیں اور گاڑی کی سواریاں اس وقت سخت خطرناک حالت میں تھیں۔ اس لیے وہ بہت جلد چالیں گز کا فاصلہ طے کر کے گاڑی تک جا پہنچا۔ اور اپنی جیب سے چاقو نکال کر نہایت چابکدستی سے گھوڑوں کی راسوں کو کاٹ ڈالا۔ پھر اس نے گاڑی کا دروازہ کھول کر اس میں سے ایک لیڈی اور اسکی خادمہ کو باہر نکالا جو بہت خوف زدہ تھیں۔ سولے چند خفیف کھڑکیوں کے کوئی زخم وغیرہ ان کو نہیں لگا تھا۔ لیڈی نے (جسکی عمر قریب ۲۵ سال کے ہوگی۔ قدمیانہ تھا۔ لیکن اس سے کیتھ مضبوطی ظاہر ہوتی تھی۔ بہت خوبصورت تھی۔ نہایت چمکدار اور قیمتی پوشاک پہنے ہوئی تھی) نہایت خوش اخلاقی اور چالوسی کے الفاظ میں اس امداد کا شکریہ ادا کیا۔ چونکہ اسے ٹوٹی ٹپھوٹی انگریزی زبان میں گفتگو کی تھی اس کلب ولیم فرانسسیسی معلوم ہوتا تھا۔

لارنس کی نہایت تحیر ہو کہ یہ کون ہے؟ اسکی خادمہ بھی فرانسسیسی تھی۔ مگر اس نے ایک لفظ بھی انگریزی کا نہیں بولا بلکہ فرانسسیسی میں اپنی مالکہ سے مضطربانہ

لج میں دریافت کیا کہ کہیں چوٹ تو نہیں لگی ہے۔

کپتان آئی فرانسیسی زبان نہیں جانتا تھا۔ اس نے جو کچھ کہا یہ نہ سمجھ سکا۔ خادمہ ایک ادھیڑ عورت تھی لیکن شومنی شرارت عشوہ عمرہ ناز و انداز جو عورتوں کا خلقی حصہ ہیں سب اس میں موجود تھے۔ لیڈی نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں جسکو ہم صفا زبان میں تحریر کرتے ہیں پوچھا۔

لیڈی۔ کیا میں دریافت کر سکتی ہوں کہ اس نازک وقت میں کسی معنوی اہسان ہوئی ہوں۔“

لارنس لی دادبہ سے ٹوپی اٹھا کر اور تعظیم دیکر میرا نام لی ہے۔ کرنیل گریہم کے ہرٹ فورٹ شار کے رسالے میں کپتان ہوں۔ اور نڈر ہال کے سرولیم کا بھتیجہ ہوں لیڈی (سائے کی محدود چار دیواری کی طرف اشارہ کر کے جہاں یہ گاڑی ٹوٹی تھی) یہ نڈر ہال ہے۔

لی۔ نہیں۔ نڈر ہال سامنے درختوں کے درمیان یہاں سے ایک میل کے چہلہ پر ہے۔ یہ تورائی ہوس ہے۔ لیکن اس تھوڑے عرصے غالباً ایک یا دو گھنٹہ کے لیے جب تک کہ گاڑی درست ہو حضور میری مہمانی نڈر ہال میں منظور فرمائیں۔ جس حالت میں کہ

(ڈیجیٹر) جونی بحقیقت یہی تھی۔ اپنی مغرورانہ نگاہ کی پڑا لکر اور بات کا ذکر یہاں سے ایک میل کا فاصلہ ہے۔ نہیں بلا شک نہیں۔ چونکہ یہ کیمپ شراپمانہ ہو اور اس وقت تنہا اپنے چچا کے گھر تک پیدل جانا پسند ہے اس لیے ہم یہاں درائی ہوس کی طرف اشارہ کر کے بٹھیریں گے۔

کپتان لی۔ بہت بہتر۔

اور اپنے دل میں خیال کرنے لگا اگرچہ کرنیل رجسٹراڈ ایک ہندی اور سخت مہموری فرقہ

کا ہے مگر اپنے آپ کو اس قدر نالائق فانی نہیں کر گیا کہ ایک عالی رتبہ لیڈی کی جہانی کی درخواست کو نامنظور کرے۔

ڈوچیزر آپ کس سوچ میں ہیں اور آگے آئیے۔ اپنا ہاتھ مجھے دیجئے اور مجھے اس مکان کے دروازے تک خواہ کسی کا کیوں نہ ہو لے چلے۔

اس وقت ریمبلڈ کے چند ملازم جو مالٹنگ ہاؤس میں کام کر رہے تھے اس موقع پر موجود تھے۔ اور ان میں آہستہ سے میڈم کلریل کا نام لیا گیا تھا۔ یہ سب ایک جگہ کھڑے ہوئے تھے۔ اور نہ تو بے ادبانه طریق سے نہ زیادہ تعظیم سے چارلس دوم کی عزیز منٹریس کی جانب دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے نہ گاڑی کے ٹوٹنے کے وقت اور نہ اسکی ہستی میں مدد کی تھی بلکہ علیحدہ کھڑے تماشہ دیکھ رہے تھے۔ بشیر ڈمالک سرا بھی انھیں میں شامل ہو گیا تھا۔ آپس میں کاناپھوسی کر رہے تھے کہ یہ کون لیڈی ہے۔

کپتان لی اپنا ہاتھ لیڈی کے ہاتھ میں دیکر رائی ہوس کے دروازے کی جانب اسکو لیجا رہا تھا اور خاموشی سے پیچھے جا رہی تھی۔ جب کشیدنی پل کے قریب پہنچے تو لارنس لی نے کہا وہ میں خیال کرتا ہوں اور کیا میرا قیاس درست ہے کہ میں ڈچز آف پورٹ اسمتھ کو ہمر لے جائے گا فخر حاصل کر رہا ہوں۔ کیا میں رائی ہوس کے کرنیل اور سنز ریمبلڈ سے یہی نام ظاہر کر سکتا ہوں؟

ڈوچیز (مغرورانہ لہجہ میں) بیشک یہی نام ہے۔

اور جوش سے پھر اُسے یکایک اپنی ملائم شبہات اور مسکراہٹ سے کرنیل کی طرف دیکھا مگر یاد اُس حادثہ کے خطرہ سے جس میں وہ گرفتار ہو گئی تھی اپنے آپ کو سنبھال کر اسے خیال کیا کہ اُس کا ساتھی ایک ایسا خوبصورت شخص ہے کہ اُس نے اپنی زندگی بھر میں اب تک کبھی نہیں دیکھا تھا۔

کپتان لی نے اس عجیب و غریب شہس کی نگاہ کو جو لیڈی نے اُس پر ڈالی تھی مطلق نہیں دیکھا

تذکرہ ہزارستان

معروف بہ
خنجانہ جاوید

مولفہ لالہ سیرام صاحب ایم۔ اے دہلوی۔

ناظرین بایکین کو ضرور ہو کہ تذکرہ ہزارستان کی جلد اول بحال خوبی و خوش سلوبی بہترین جہد چھپکرتا ہو گئی ہے جسکی عم کی و فاسات صرف دیکھنے سے تعلق رکھتی ہو انہیں تقریباً ۶۵ شعرائے نامی کا منتخب کلام سنائے گئے اسانہی حالات کے درج کیا گیا ہو اور اسپر بحال شانیت تنقیدی نظر بھی ڈالی گئی ہو۔ فی الحقیقت یہ تذکرہ اسم با سبھی جو جس طوطیان گلزار خوش بیانی کے چہرے اور جانفزا ترانے سننے میں آتے ہیں اس سے بڑھ کر اسکی خوبی کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہو کہ اعظم حضرت شاہ و کن خلیفہ الملک نے اسکو شرف قبول عطا فرما کر اپنے نام نامی چمنون کرنیکی اجازت عطا فرمائی ہو جس شرح و بسط کے ساتھ شعرائے اعلیٰ و افاضی کے دلچسپ لائق کا اسمیں اقتباس کیا گیا ہو اسکا عشر عشر بھی کسی دوسری کتاب میں نہیں پایا جاسکتا اسکی جامعیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہو کہ ۲۲-۲۹ کی قطع کے ۱۵ صنفوں پر مشتمل الف و ب کی رو میں ختم ہوئی ہیں اسلئے درنایب تذکرہ کو چاہنا آپ ہی نظیر ہو اگر اردو شاعری کی ایک مسلسل تاریخ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ لکھائی چھاپائی نہایت عمدہ و جلد خوشنما اور کاغذ اعلیٰ و اوسط درجہ کا لکھا گیا ہے اسکی علاوہ رنگین مصدقہ ڈیوٹیکیشن اور نقاد ویر سے کتاب کی شان و بالا ہو گئی ہو۔ اور اس کتاب کو گورنٹ عالیہ نے بھی پہنچا کر مولف صاحب کی ایک گرانقدر عطیہ سے عزت افزائی کی ہو۔ قیمت تمام اول ۱۰

مترم دوم لکھ بجا جلد سے مصدقہ اک جلد ارباب جلد ۹ شایقین جلد طلب فرمائیں مبادیہ گوبر نایاب ہاتھ آئے اور دست ماسف ملنا پڑے۔ در خواستیں پینڈیل پرانی چاہئیں (منہج کمال دہلی)

دیوان انور۔ نواب شجاع الدین صاحب عرف امر و مرزا دہلوی شاگرد رشید غافقانی مہند حضرت ذوق و فالت دہلوی۔ انور مرحوم دہلی کے مشہور آسانہ میں سے تھے آپ کا کلام بلند پایہ کا ہے جو مشتاقان سخن کے لئے ایک قابل قدر چیز ہے۔ لکھائی چھاپائی صاف۔ قیمت فی جلد ۱۲

منہج کمال دہلی سڑک جدید۔ دہلی۔

ڈاکٹر برن کی بنانی مشہور دوائیں

پچیس برس سے سارے ہندوستان میں استعمال میں آرہی ہیں۔
(۱) دودھ زور سے اچھلتا ہو اسی دوا کی دوا ایک معتاد ہی سے دب جاتا ہے۔
(۲) نیارہتے اس دوا کا استعمال کیا جائے تو دودھ جڑ سے جاتا ہے۔
(۳) پوٹنے دھلے یا جن کا دودھ کم کا ساتھی ہو گیا ہو وہ بھی اس دوا سے بہت جلد صحت پاتے ہیں
دوسری دوا ڈاک حصول ایک سے شیشی تک ہر قیمت ایک شیشی ایک روپیہ چار گنے پھر

ڈاکٹری میں طاقت دینے والی دوا یوں میں مشہور
دوائیں فاسفورس۔ اسکیٹینا اور ڈیٹینا ملا کر یہ

مقوی باہ کی گولیاں

گولیاں بنی ہیں۔ مغز پڑھ۔ دگ۔ اس اور خون کو یہ طاقت دیتی ہے اس لیے ان کی
کمزوری سے پیدا ہونی معمولی کمزوری۔ ہول دل۔ یاد بھولنا۔ ہاتھ پر کا کا پھندا۔ لفظ
وعینہ ان گولیوں سے آرام ہوتے ہیں۔ دو ہفتہ کی خوراک۔ تیس گولیوں کی شیشی
قیمت ایک روپیہ۔ ڈاک حصول ایک سے چار شیشی تک ہر

یہ ہر ایک اقسام کے مستورات کی دوا ہے
ہر طرح کی رحم کی بیماری۔ پروردگ محل

امراض مستورات کی دوا

کی کمزوری۔ پیڑ و جانگ میں درد و عینہ کو مٹا کر اس دوا کے استعمال سے رحم
کی خرابی دور ہو کر جسم قوی ہوتا ہے۔ ایک دفعہ اس دوا کی بھی آزمائش کیجئے قیمت
ایک شیشی ایک روپیہ چار گنے پھر (۱۶ خوراک) ڈاک حصول ۶۔ ان دوا یوں کی مفصل
حالت مہرٹیفیکٹوں کے پوری کتاب بلا قیمت ملتی ہے۔ منگا کر پڑھیے۔

ڈاکٹر برن کے۔ برن
منشرو ۶ تارا چندرنت اسٹریٹ بھلکتہ

